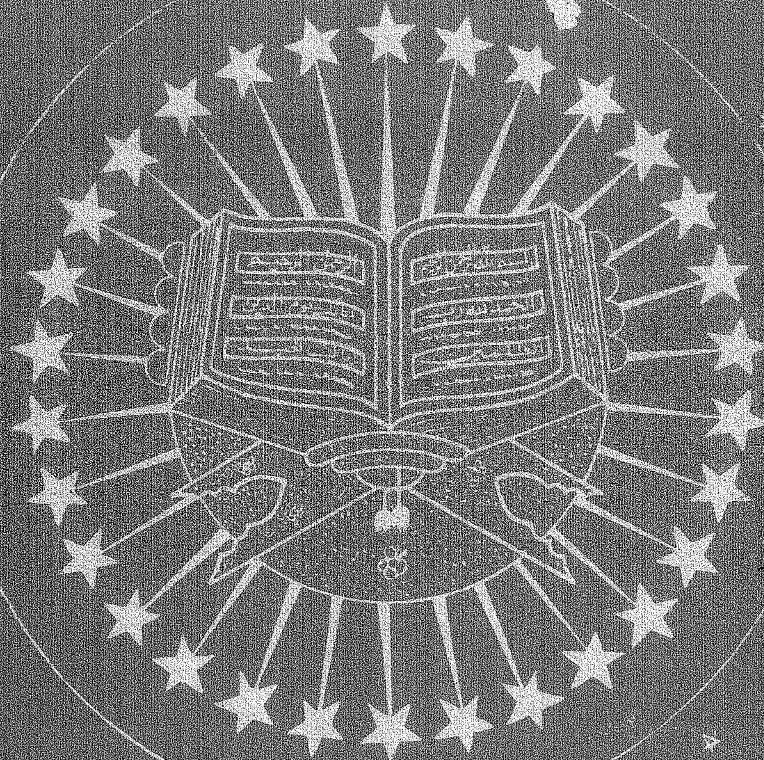
ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور



بانی ادارہ: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اہل ایمان کا باہم تعلق

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے جس میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بیان کیا کہ سارے ایمان والے ایک محل کی طرح ہیں۔ جس کا ایک حصہ دوسرے کو تھامے ہوئے ہوتا ہے۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل کر کے دکھایا۔

اینٹیں الگ الگ پڑی ہوں، چونے کا الگ ڈھیر ہو۔ گو یوں سب ایک ہی احاطے میں تو بھی اس ڈھیر کو کون مکان کہے گا۔ اور نہ وہ اس شکل میں مکان کا کام دے سکتا ہے۔ مکان تو جب بنے گا جب ان سب چیزوں کو ایک ڈھنگ کے ساتھ ملا کر جوڑ توڑ کر کھڑا کر دیا جائے۔ اس وقت یہ چیزیں مکان کے اجزاء ہو جائیں گی اور ایک دوسرے کو باہم جکڑے ہوئے رکھیں گی۔ اور انہیں ملا کر آپس میں ایک دوسرے کی قوت کا ذریعہ بنے گی۔

حدیث میں ہے کہ جب تک مسلمان اسی طرح مل کر ایک دوسرے کی تقویت کا باعث نہ ہو جائیں گے وہ کسی کام کے نہیں۔ سارے آدمی اسی طرح مل جائیں تو مسلمان برادری کا ایک عظیم الشان محل بن جائے گا۔ جس میں ہر ایک آدمی ایک دوسرے کا سہارا ہو گا۔ اور جب تک مسلمان تتر بتر ہیں وہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتے۔ جس کا یہی نتیجہ ہے کہ کوئی بھی محفوظ نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ کہ انسانی برادری کو اس طرح باہم ملانے کے لیے پہلا قدم یہ ہو گا کہ مسلمان آپس میں اسی طرح مل جل کر خود ایک پختہ محل بن کر دکھائیں۔ آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پھنسا کر دکھایا کہ تمہیں اس طرح باہم ایک دوسرے سے جڑ جانا

[illegible] ہوتی ہے۔ جب تک ہر مسلمان دوسرے کا ایسا ہی سہارا نہ بنے گا۔ جیسے ایک مکان کے اجزاء ایک دوسرے کا سہارا ہوتے ہیں۔ اس وقت تک نہ وہ آپس میں کسی کام کے ہیں۔ اور نہ دنیا کے انسانوں کو اس میں ملاپ کا سبق سکھا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو قومی اور بین الاقوامی دونوں اعتبار سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا عملی نمونہ بن کر دکھانا چاہیے۔ ان کی اور عالم بشری کی فلاح اسی میں ہے۔

مخلوق کے ساتھ مہربانی

عَنْ اَنَسٍ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ پس اللہ کو سب سے زیادہ وہ شخص پسند ہے جو اس کے عیال کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔

گھر کے وہ افراد جن کی پرورش، نگرانی، دیکھ بھال صاحب خانہ کے ذمہ ہو، اس کے عیال کہلاتے ہیں، خواہ وہ بچے ہوں یا بڑے سب اس کے عیال ہیں۔ یہ بھی سب جانتے ہیں کہ وہی شخص سب سے زیادہ عزیز اور مشفق ہوتا ہے جو بچوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کے ساتھ پیش آئے اسی حقیقت کو سامنے رکھ کر اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ جو اللہ کا پسندیدہ بننا چاہے۔ اس پر لازم ہے کہ مخلوقِ خدا کے ساتھ حسن سلوک کرے

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ازراہ لطف و کرم اپنی "عیال" کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کی

جلد ۲۳ شمارہ ۲۲

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۴ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ • ۱۶ دسمبر ۱۹۷۷ء

رئیس الادارہ: جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور ○ رئیس التحریر: حضرت مولانا مفتی محمود ○ مدیر: محمد سعید الرحمٰن علوی

"ملّا اِزم" کے خلاف جہاد

احتیاط کی ضرورت

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم مولانا محمد اجمل نے مسلم لیگی اکابرین سے "ملّا اِزم" اور "ملائیت" کے خلاف ان کی تازہ تحریک سے متعلق جو وضاحت طلب کی ہے وہ لاکھوں مسلمانوں کے دل کی آواز ہے۔ وہ مسلمان جو علماء کرام کے اشارہ ابرو پر ہمیشہ اپنا سب کچھ قربان کر دینے پر آمادہ رہے اور ہیں۔

مولانا کو یہ وضاحت اس لیے طلب کرنا پڑی — کہ مسلم لیگ کے تین ذمہ دار رہنما یعنی صدر، جنرل سیکرٹری، اور چیف آرگنائزر نے مختلف اوقات میں بالواسطہ اور بلاواسطہ اپنے بیانات میں یہ ارشاد فرمایا کہ قوم کو اطمینان دلانے کی ضرورت ہے کہ اس ملک میں اسلام نافذ ہوگا ملائیت نہیں اور یہ کہ ملا ازم کی یہاں گنجائش نہ ہوگی بلکہ صدرِ لیگ نے ایک موقعہ پر "حلوہ" کی وہی پھبتی بھی کسی جو کسی زمانہ میں بھٹو صاحب نے کسی تھی۔

سب سے پہلے مسلم لیگ کے آرگنائزر جناب حنیف رامے نے پاکستان قومی اتحاد کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لیے جو پانچ نکاتی فارمولا پیش فرمایا انہوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ قوم کو اطمینان دلانا ضروری ہے کہ یہاں اسلام کا نفاذ ہوگا ملائیت کا نہیں۔ اور ملک محمد قاسم صاحب جنرل سیکرٹری مسلم لیگ نے ان کی تائید کی جبکہ پیر پگارا نے اپنے علیحدہ بیان میں بھی کچھ ارشاد فرمایا۔

چونکہ یہ تینوں حضرات مسلم لیگ کے ذمہ دار اکابرین میں شامل ہیں اس لیے مولانا محمد اجمل کو یہ وضاحت طلب کرنا پڑی کہ ایسا کیوں کہا جا رہا ہے؟ تو کیا یہ محض اتفاق ہے یا کسی پالیسی کا حصّہ؟

معلوم نہیں اکابرین لیگ کیا جواب دیتے ہیں لیکن ہمیں دُکھ اور قلق ہے اس بات کا کہ اکابرین لیگ نے ایسا ساز چھیڑا جس کی ان سے توقع نہ تھی۔

مسلم لیگ کا یہ "اعزاز" کہ وہ پاکستان کی بانی جماعت ہے نہ کوئی چھیننا چاہتا ہے نہ کسی کو ضرورت ہے؟ یہ اعزاز مسلم لیگ کو مبارک ہو ہمیں اس پر نہ حسد ہے نہ رنج بلکہ ہمیں افسوس ہے تو اس بات کا کہ اکابرین لیگ تحریک پاکستان کے دَور میں علماء کے متعلق جس قسم کی زبان استعمال فرماتے تھے وہی انداز اب پھر شروع کیا جا رہا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ملک کو مسلمستان بنانے میں ان بزرگوں کا بہت بڑا حصّہ ہے اور اگر یوں کہا جائے

کہ یہاں اسلام کے عملی نفاذ میں رکاوٹوں کا ذریعہ یہی حضرات ہیں تو غلط نہ ہوگا لیکن پچھلے دورِ استبداد میں بعض مسلم لیگی حضرات نے بالخصوص جو کردار ادا کیا وہ بہر حال لائقِ تحسین ہے اور اسے نہ سراہنا دیانتہً صحیح نہیں لیکن ایک ایسے مرحلہ پر جب کہ پوری قوم بنیان مرصوص بن چکی ہے اور اسلامی نظام کے لیے سرگرم عمل ہے اس قسم کے بیانات دینا قوم کی امنگوں کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

پاکستان قومی اتحاد کے وجود کا باعث صرف اور صرف نظام شریعت اور نظام اسلام تھا۔ لا الٰہ الّا اللّٰہ کی صدا ایک بار پھر فضا میں گونجی تو ساری قوم اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے پاکستان قومی اتحاد کے رہنماؤں اور اس کے پروگرام پر لبیک کہا۔ اور الیکشن سے لے کر تحریک تک جو مشکلات اور مصائب قوم نے برداشت کئے وہ ہماری مِلّی تحریک کا ایک سنہری باب ہے۔ اس کے بعد جناب اصغر خان نے داخلی و خارجی عوامل اور حالات کا غلط اندازہ لگا کر قومی اتحاد کو سبوتاژ کرنا چاہا لیکن الحمد للہ کہ وہ اپنے عزائم میں ناکام ثابت ہوئے۔ ان کی علیحدگی کے بعد قومی اتحاد کا مرکزی سطح پر جو اجلاس ہوا اس میں باقی جماعتوں نے طے کیا کہ وہ حصول مقصد کے لیے متحد رہیں گی لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ اِدھر اُدھر سے غلط فہمیاں پھیلا کر قوم کو پریشان کیا جا رہا ہے اور سب سے زیادہ طعن و تشنیع علماء پر کی جا رہی ہے۔ وہی علماء جن کا ایک فرد اس وقت پوری قوم کا قائد و رہنما ہے، وہی علماء جنہوں نے ہمیشہ کی طرح اب بھی لازوال قربانیاں دیں، وہ علماء جن کا ماضی جبین ہے تابناک ہے اور جنہوں نے حالیہ تحریک میں اپنی مساجد کو مرکز تحریک میں تبدیل کر کے تحریک کو دوام بخشا۔

ہم یوں دلسوزی کے ساتھ عرض کریں گے کہ کسی پارٹی یا فرد کو کسی قسم کی غلط فہمی یا خوش فہمی کا شکار ہوئے بغیر مقصد اصلی کے لیے سرگرم عمل رہنا چاہیے۔ اور کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیے جو قوم کی قربانیوں کی بربادی کا باعث بنے۔ بصورت دیگر اللہ تعالےٰ کی گرفت سے بچنا مشکل ہوگا اور خونِ شہیداں ایسے عناصر کی بربادی کا باعث بنے گا۔

علی ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

مصر اور ہماری ذمہ داری

مصر کے صدر انور السادات کے دورۂ اسرائیل کے بعد عرب دنیا کے حالات پریشان کن صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں، چند عرب ممالک نے مصر کے خلاف جو رویہ اختیار کیا اس کا ردِ عمل یوں سامنے آیا کہ مصر نے ان سے سفارتی تعلقات ختم کر لیے اور سعودی عرب وغیرہ نے مصر کی امداد بند کر دی۔ یہ تو ابتداء ہے، انتہا کی خبر نہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

ہمارے ملک کے نام نہاد دانشور حالات و واقعات سے باخبر ہونے کے باوجود اپنے طور پر تبصرے کیے جا رہے ہیں، جو کسی کی خدمت نہیں۔

ہماری رائے یہ ہے کہ پاکستان اسلامی سیکرٹریٹ کا چونکہ ایک اہم رکن ہے اس لیے اسے حالات کو بہتر بنانے کے لیے قرآنی ہدایت فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ پر عمل کرنا چاہیے، اور اس معاملہ میں کسی قسم کی تاخیر روا نہیں رکھی جانی چاہیے۔

دنیا میں بسنے والے تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں، لیکن بد قسمتی سے دینی بھائی چارہ کی فضا قائم نہیں ہو رہی اور آئے دن اختلافات کا جہنم بھڑک کر حالات کو برباد کر دیتا ہے۔

نہ صرف پاکستان بلکہ دوسرے مسلم ممالک سے بھی ہماری یہی درخواست ہے۔ خدا کرے کہ ملّتِ اسلامیہ ایک مرکز پر مجتمع ہو جائے۔

خان عبدالولی خان کی رہائی

خان عبدالولی خان کی رہائی ہو گئی۔ ان کے بعض دوسرے رفقاء بھی رہا ہو گئے۔ حیدر آباد ٹریبونل سے ضمانت کے بعد یہ خدشات سامنے آئے کہ بعض دوسرے مقدمات آڑے آئیں گے لیکن انہیں ڈرامائی طور پر رہا کر دیا گیا، جس کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں، خدا کرے کہ خانصاحب کو اپنے رفقاء سمیت ملک کے اجتماعی حالات میں اپنا مؤثر کردار ادا کرنے کے بہترین مواقع ملیں اور ان کی بہترین صلاحیتیں اس دکھی قوم اور ستم رسیدہ ملک کے کام آئیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ گذارش کرنا مناسب ہوگا کہ باقی جتنے سیاسی قیدی ہیں انہیں بھی رہا کر کے سب کے مقدمات واپس لیے جائیں اور اس طرح ملک میں امن و سکون کی فضا پیدا ہو۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپس میں رواداری کا دَور دَورہ ہوگا اور سیاستدان ہم ملکر قوم کی نیا کنارے لگائیں گے۔

خطبہ جمعہ

رسول کریمؐ کا نام و پیغام ابد تک زندہ رہے گا

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم ○

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ

وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

حضراتِ محترم! سورۃ کوثر کی تشریح ہو رہی تھی۔ پہلی دو آیات کی تشریح پچھلے دو جمعوں میں ہو گئی تھی۔ آج آخری آیت کی تشریح و توضیح ہو گی۔

شروع میں بیان کیا تھا کہ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نرینہ اولاد دنیا میں باقی نہ رہی تو کفار و معاندین نے طعنے دیئے کہ محمد ابتر ہو گئے۔ اَبْتَر اسے کہتے ہیں کہ جس کا پیچھے کوئی نام لینے والا نہ ہو، کوئی یاد رکھنے والا نہ ہو تو حق تعالیٰ نے یہ مختصر سورۃ آپکی تسلی و تشفی کے لیے نازل فرمائی۔

پہلی آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثال عطایا بخشنے کا ذکر تھا۔ دوسری آیت میں ان انعامات و عطایا پر منعم حقیقی کا شکر کرنے کی تعلیم تھی اور اب اس تیسری اور آخری آیت میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ (آپ نہیں بلکہ) آپ کے دشمن ہی یقیناً ابتر ہیں۔ آپ کے دشمن آپ کے بارے میں خواہ کچھ ہی کہیں، آپ کے ابتر ہونے پر وہ کتنے ہی دلائل قائم کریں ان کا گمان جو بھی ہو، ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ یہ طعنہ زن ہی ہیں گے۔ یہی برباد ہوں گے اور بے نام و نشان ہونا ان کا ہی مقدر ہے۔

محترم حاضرینِ کرام! آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ دشمنوں نے جو کچھ کہا تھا غلط کہا تھا۔ ان کی پیش گوئیوں اور ان کی خوش فہمیوں کی بنیاد ہی باطل تھی کہ جس کا بیٹا نہیں ہوتا اس کا نام اس کے مرنے کے بعد زندہ نہیں رہ سکتا۔ جو یہ کہتے تھے آج ان کے بیٹے ہونے کے باوجود ان کا نام مٹ گیا ہے ان کا ذکر دنیا میں کہیں نہیں رہتا۔

ع۔ زعم رہ جن کو تھا وہ غرق ہو گئے

جبکہ آقائے کائنات علیہ الصلوۃ والتسلیمات کا ذکرِ مبارک انتہائی عقیدت و محبت اور عزت و احترام کے ساتھ دنیا کے گوشے گوشے میں ہوتا رہتا ہے۔ زمین کے فرش پر ہی نہیں خدا کے عرش پر بھی آپؐ کا ذکر ہوتا ہے ؎

عرشِ بریں سے فرشِ زمیں تک، فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک

غلغلہ برپا ہے پیہم، صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا کی ہر زبان میں آپ کی تعریف ہوئی ہے، ہوتی رہتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ انسان کیا جنات، ملائکہ اور دوسری مخلوقات آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتی ہیں اور آپ کے ذکرِ پاک سے سب کی روح و قلب کو راحت و سکون میسر آتا ہے ؎

ہر زباں پر ہے آج نام ان کا

ذکر ہوتا ہے صبح و شام ان کا

آپؐ کا ذکر تو اس وقت بھی ہوتا تھا جب آپؐ دنیا میں رونق افروز بھی نہ ہوئے تھے۔ انبیاء آپؐ کا ذکر کرتے رہتے تھے اور ہر ایک نے آپؐ کی آمد کا مژدہ سنایا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ؕ

"یعنی میں ایک رسول کی خوشخبری سنانے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام ہے احمد"

اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے ملا اور ان سے کہا کہ حضور اکرم کی جو صفتیں تورات میں مذکور ہیں مجھے وہ بتلاؤ۔

عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ تورات میں آپ کی یہ صفتیں ذکر کی گئی ہیں جو قرآنِ پاک کی اس آیت میں مذکور ہیں:

انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا

"یعنی ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کے بھیجا ہے"

نیز عبداللہ بن عمرو نے بتلایا کہ تورات میں آپ کے متعلق آیا ہے کہ آپ متوکل ہیں، بدخو نہیں ہیں، سخت دل نہیں ہیں درگذر کرنے والے ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا حضور اکرم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ بیمار ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو تشریف لے گئے۔ اس لڑکے کا باپ اس کے سرہانے بیٹھا توریت پڑھ رہا تھا۔ حضور نے اس کے باپ سے فرمایا کہ میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرتِ موسیٰ پر توریت اتاری ہے کیا توریت میں تو نے میری صفت اور میری نعت دیکھی ہے۔ اس یہودی نے کہا کہ نہیں۔ باپ کا انکار سن کر لڑکا فوراً بول پڑا کہ یا رسول اللہ! توریت میں آپ کی صفت اور آپ کی نعت میں نے دیکھی۔ اور پھر اس نوجوان نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

تو جس کی ذاتِ گرامی کا ذکر ان کی آمد سے بھی پہلے ہوتا ہو ان کا ذکر ان کی آمد کے بعد کیسے منقطع ہو سکتا ہے آپ کی تشریف آوری سے پہلے بھی آپ کا ذکر ہوتا تھا تشریف آوری کے بعد بھی ذکرِ خیر ہوتا تھا اور تشریف لے جانے کے بعد آج ساڑھے تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ گذرنے کے باوجود آپکا ذکرِ خیر ہوتا ہے اور یقیناً ابدالآباد تک ہوتا رہے گا۔

آثارِ اقتدار تو تا حشر متصل
خصم سیاہ روئے تو شرمندہ و خجل

اور صرف آپ کا ہی نہیں آپ کے جاں نثاروں اور پیروکاروں کا ذکر بھی کتبِ سابقہ اور امم سابقہ میں ہوتا تھا قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ

"یہ شان ہے ان کی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی) تورات میں اور یہ شان ہے ان کی انجیل میں"

آج بھی آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور نام لیواؤں کا تذکرہ کہاں کہاں نہیں ہوتا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کو کون نہیں جانتا۔ عثمانؓ و علیؓ کے فضائل سے کون بے خبر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرتِ انسؓ، حضرتِ بلالؓ کے مناقب سے کون مسلمان واقف نہیں؟

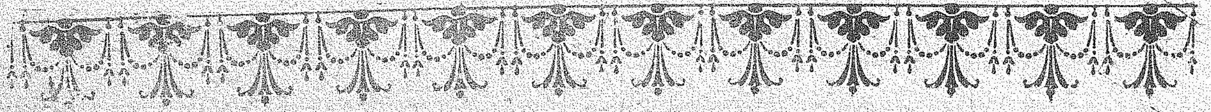
تو آقا کا ہی نہیں آقا کے غلاموں کا بھی نام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ آج آپ حضرتِ اویس قرنیؒ حضرت امام اعظمؒ، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت امام شافعیؒ اور بہت سے دوسرے علماء و صلحاء سے واقف ہیں۔ ان کے حالات اور علمی کمالات سے باخبر ہیں اور ان کا ذکر اکثر و بیشتر ہوتا رہتا ہے۔ کیا ان سب حضرات کے تذکرے ان کے بیٹوں کی وجہ سے ہوتے ہیں، نہیں ہرگز نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے طفیل ان کے ناموں اور ان کے افکار کو پائندگی ملی، تابندگی ملی۔

غور کیجیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام حضرت بلال حبشیؓ کی یاد اس گئے گذرے دور میں بھی لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کے دلوں میں گھر کیے ہوئے ہے جبکہ بڑے بڑے بادشاہوں، حکمرانوں اور اعلیٰ نسب والوں کے نام و نشان تک مٹ گئے۔ آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کے طفیل حضرت بلالؓ نے وہ رتبے پائے کہ شہنشاہوں تک کو ان کے بلند درجات اور ارفع مقامات پر رشک آتا ہے دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ بھی اُس غلامی کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور آج بھی کروڑوں انسانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ تاجداروں کے تاجوں میں جڑے ہوئے موتیوں کی وہ قیمت نہیں جو حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے جوتوں پر پڑی ہوئی گرد کے ذرات کی ہے۔ سچ ہے ؎

(باقی ۱۰ پر)

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون تھے؟

علامہ دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ



۱- جن کو محبوبِ خدا ؐ نے غلبۂ دین اور سطوتِ اسلام کے لیے دربارِ ربوبیت سے طلب کیا۔
(حاشیہ ترجمہ مقبول ص ۵۹۶، تفسیر صافی ص ۳۶۲)

۲- جن کو پروردگارِ عالم نے دینی ترقی کے لیے چن کر بھیجا۔
(تاریخ الخلفاء للسیوطی)

۳- جن کے ایمان لانے سے پہلے جبریلِ امین نے ان کی تشریف آوری کا مژدہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ (تاریخ الخلفاء)

۴- جن کی تشریف آوری پر حضورؐ نے مرحبا کی بلند فرمائی
(غزواتِ حیدری ص ۴۲)

۵- جن کے ایمان سے جملہ صحابہ کرامؓ کے ایمان کو تقویت پہنچی۔ (غزوات حیدری ص ۴۲)

۶- جن کی آمد سے مسلمانوں کو خدا کے گھر میں خدا کی عبادت کرنا نصیب ہوئی۔

۷- جن کے ایمان کی خوشی میں زمین نے اظہارِ مسرت کیا۔ (غزوات حیدری ص ۴۲)

۸- جن کے ایمان کی خوشی میں فلک نیلی فام رقص میں آیا۔ (غزواتِ حیدری ص ۴۳)

۹- جن کو کعبہ میں جاتے وقت سب صحابہ کرامؓ سے آگے جانے کا شرف حاصل ہوا۔ (غزواتِ حیدری)

۱۰- جن کی تشریف آوری کی خوشی میں دیوارِ حرم نے بوجہ افتخار اپنا سر تا بعرش کردگار پہنچایا (//)

۱۱- جن کے قدوم میمنت لزوم نے زمزم کے آبِ شیریں نے سبیل کو ذائقہ حلاوت بخشا۔ (غزواتِ حیدری ص ۴۳)

۱۲- جن کے کعبہ میں داخل ہونے کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تکبیر کہنے سے بت منہ کے بل گر گئے۔
(غزواتِ حیدری ص ۴۲)

۱۳- جن کو فاروق کا لقب دربارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عطا ہوا۔ (طبقات)

۱۴- جن کی مٹی کا خمیر مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ کے پیشِ نظر بہشت بریں کی مٹی سے بنایا گیا۔ (ترجمہ مقبول)

۱۵- جنہوں نے کفر کو چیلنج کر کے بیت اللہ کے اندر مشرکین کے روبرو نماز ادا کی۔ (زرقانی ج ۱ ص ۱۷۱)

۱۶- جنہوں نے جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق ان کے قتل کا مشورہ دیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

۱۷- جنہوں نے غزوہ تبوک کے موقع پر اپنے مال کا نصف حصہ پیش کر کے صاحبِ نبوت کی خوشنودی حاصل کی۔

۱۸- جن کے حق میں خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ فرمایا۔
(مشکوٰۃ شریف)

۱۹- جن کی تقریر دلپذیر اور جرأت نے سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین و انصار کا اختلاف مٹا دیا۔
(تاریخ الملوک والامم)

۲۰- جن کی حکومت، عدالت، سیاست کو دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ قرار دیا۔ (نہج البلاغہ ص ۲۹ ج ۲)

۲۱- جن کی ذات بابرکات کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے

فرمان دشادان فہیم بالامر فرمایا۔ (نہج البلاغت صہ ۳۹ ج ۲)

۲۲۔ جن کے لشکر کو دیکھ کر سیدنا حیدر کرار رضؓ نے جند اللہ کا لقب عطا فرمایا۔ (نہج البلاغۃ صہ ۳۹ ج ۲)

۲۳۔ جن کے مذہب کو شیر جلی نے دین اللہ سے تعبیر کیا۔ (نہج البلاغۃ صہ ۳۹)

۲۴۔ جن کی یَا سَارِیَۃَ الْجَبَل والی آواز نے نہاوند میں غافل فوج کو جگا دیا۔ (احتجاج طبرسی)

۲۵۔ جن کے مکتوب کی برکت سے دریا جاری اور مشرکانہ رسم کا خاتمہ ہو گیا۔ (الفاروق)

۲۶۔ جن کی مبارک رائے کے مطابق آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى نازل ہوئی۔ (خلاصۃ الفقام)

۲۷۔ جن کی غیرت کی حمایت میں بے پردہ عورتوں کو پردہ ملا۔ (تفسیر ابن کثیر)

۲۸۔ جن کے لفظ مولا کو حضور علیہ السلام پر استعمال کرنے سے آیت اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلَاہُ نازل ہوئی۔

۲۹۔ جن کی دعا پر حرمتِ شراب کا صریح حکم نازل ہوا۔ (تفسیر جلالین)

۳۰۔ منافق پر جنازہ پڑھنے کے سلسلے میں جن کی رائے کی تائید وحیِ الٰہی نے کی۔ (تاریخ الخلفاء)

۳۱۔ افک سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ کے سلسلے میں سُبْحَانَکَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ کہنے پر موافقت قرآن نے فرمائی۔

۳۲۔ جن کے مفتوحاتِ اسلام کا رقبہ ۲۲۵۱۰۳ مربع میل تک پہنچ گیا۔

۳۳۔ جنہوں نے حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ کہہ کر مرادِ نبوت پوری فرمائی۔

۳۴۔ جن کے جواب نے مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ کی ترجمانی کی۔

۳۵۔ جن کی ہمنوائی اور تصدیق صاحبِ نبوت سکوت فرما کر کی تو اہل بیت نے عملی طور پر فرمائی۔

۳۶۔ جن کی غیرت چار دانگ عالم میں مشہور ہوئی۔

۳۷۔ صدیق اکبر رضؓ کے بعد جن کا بلا اختلاف خلافت کے لیے انتخاب ہوا بلکہ افضل الخلق بعد الرسل نے جن کا انتخاب فرمایا۔

۳۸۔ جو اپنے دورِ خلافت میں اگر ایک طرف ایران پر فوجیں بھیج رہے ہیں، قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے تبادلۂ خیال کر رہے ہیں، ایران و مصر کے فاتحین کے نام فرامین جاری کر رہے ہیں، حضرت خالدؓ بن ولید اور امیر معاویہ رضؓ سے بازپرس کر رہے ہیں تو دوسری طرف بدن پر پیوند لگا کر کرتہ پہن رہے ہیں سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاؤں میں بوسیدہ جوتی ہے۔

۳۹۔ جو کسی وقت منبر پر خدائی احکام سنا رہے ہیں تو کسی وقت مشکیزہ کندھوں پر رکھ کر محتاجوں بیکسوں اور بیواؤں کو پانی پلا رہے ہیں۔

۴۰۔ جو دن کو خلافت کے امور سرانجام دیتے ہیں تو رات کو مدینہ کی گلیوں میں پہرہ دیتے نظر آتے ہیں۔

۴۱۔ جو غنی اتنا ہیں کہ شاہوں کے تاج آپ کے قدموں پر نثار ہیں لیکن سادہ اس قدر ہیں کہ بادشاہوں کے سفیر آپ کی سادگی کی وجہ سے پہچانتے بھی نہیں اور بھول جاتے تھے۔

۴۲۔ جو باطنی اقتدار کے مقابلہ میں ظاہری وجاہت کو ہیچ سمجھتے تھے۔

۴۳۔ جو کہ دینی معاملات میں جس قدر سخت تھے۔ ذاتی معاملات میں اس سے زیادہ نرم تھے۔

۴۴۔ جنہوں نے تحفظ مال کے لیے بیت المال کا خزانہ قائم کیا۔

۴۵۔ جن کے حسن تدبر کی برکت سے عدالتیں قائم ہوئیں، قاضی مقرر ہوئے۔

۴۶۔ جن کی سیاسی قابلیت کے نتیجے میں فوجی دفتر قائم ہوئے اور والنٹیروں کی تنخواہیں مقرر ہوئیں۔

۴۷۔ جن کے مشورے دفتر مال قائم ہوا۔ پیمائش کا طریقہ

۴۸۔ جن کے رموزِ سلطنت سے تجربہ کاری کی برکت سے مردم شماری کی ترویج ہوئی۔

۴۹۔ جنہوں نے مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر فرمائے۔

۵۰۔ جنہوں نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے آرام کے لیے چوکیاں اور سرائیں بنائیں۔

۵۱۔ جنہوں نے شوکت اسلام اور رعب حکومت کے پیش نظر فوجی چھاؤنیاں مقرر فرمائیں۔

۵۲- جنہوں نے تحفظِ قرآن کی غرض سے نمازِ تراویح کی جماعت کا باجماع صحابہ کرام رضی فیصلہ فرما کر قیامت کے لیے امتِ مسلمہ پر احسانِ عظیم فرمایا۔

۵۳- جنہوں نے تراویح کو بہیئت کذائیہ جاری فرما کر امتِ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حفاظتِ قرآن کا موقعہ دیا۔

۵۴- جن کی بابرکت چادر سے محلّے کا محلّہ آگ کی زد سے بچ گیا۔

۵۵- جن کے قدم کی حرکت سے مدینہ پاک زلزلے سے قیامت تک کے لیے محفوظ ہو گیا۔

۵۶- جنہوں نے خوفِ خدا کے پیشِ نظر بیت المال سے راشن کندھوں پر اٹھا کر یتیموں تک پہنچایا۔

۵۷- جنہوں نے انسدادِ رشوت کے لیے عمّال کی تنخواہیں زیادہ سے زیادہ مقرر فرمائیں۔

۵۸- جو امیرالمؤمنین ہونے کے باوجود زید بن ثابت کے سامنے مدعا علیہ بن کر پیش ہوئے۔

۵۹- جنہوں نے قضاۃ کا سلسلہ جاری فرما کر مسافروں کے لیے ایک آسانی پیدا کر دی۔

۶۰- جنہوں نے تجویدِ قرآن کے سلسلے میں عرب کو عربیت کی تاکید فرمائی۔ (کنز العمال ج ۱ صفحہ ۲۲۸)

۶۱- جنہوں نے اشاعتِ قرآن کی غرض سے شام، حمص، فلسطین کے علاوہ باقی مقامات پر قرآنی مدرسے قائم کئے۔

۶۲- جنہوں نے احکامِ خداوندی حفظ کے لیے سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ، سورۂ حج، سورۂ نور کا یاد کرنا ضروری قرار دیا۔

۶۳- جنہوں نے ملک کی سیاست کے پیشِ نظر فوج کا افسرِ خزانہ، مترجم، طبیب و جراح پر مشتمل فرمایا۔

۶۴- جن کے وجودِ مسعود کی برکت سے یزدگرد مقدمۃ الجیش کا افسر کئی سو بہادروں سمیت مسلمان ہو گیا۔

۶۵- جن کے اسلامی دبدبے کی وجہ سے قادسیہ، جلولہ، حلوان، تکریت، خوزستان، ایران، اصفہان، طبرستان، آذربائیجان، آرمینیا، فارس، سیستان، مکران، خراسان، اردن، حمص، یرموک، بیت المقدس، اسکندریہ، طرابلس الغرب وغیرہ فتح ہوئے۔

۶۶- جن کی وجہ سے سیدنا حسین رضی سیدہ شہر بانو سے نکاح کر کے باریاب ہوئے۔ (اصول کافی)

۶۷- جن کے دروازے پر سیدنا علی رضی سیدنا حسین رضی کو لے کر شادی کے لیے تشریف لائے۔ (مرآۃ العقول)

۶۸- جنہوں نے عترتِ رسول کی قدر کر کے اپنے بیٹے کے عزم کو شہر بانو کی شادی کے معاملے میں ناکام بنا دیا۔

۶۹- جنہوں نے علی مرتضیٰ رضی کے بیٹے کو اپنے بیٹے پر ترجیح دے کر حقِ اخوت ادا کیا۔

۷۰- جن کی فتح و کامرانی ولادتِ امام کا سبب بنی۔

۷۱- جن کے کئے ہوئے عقد کو سیدنا علی رضی اور سیدنا حسین رضی نے برقرار رکھا۔

۷۲- جن کے حوار بین اور گوشہ نشینوں کی گواہی سے سیدنا حسین رضی کا عقدِ نکاح منعقد ہوا۔ (مرآۃ العقول)

۷۳- جن کے دورِ خلافت میں فقہ کو تکمیل و ترقی نصیب ہوئی۔ (تاریخ اسلام)

۷۴- جن کی عدالت کا چرچا دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گیا۔

۷۵- جن کی مجلس شوریٰ کے رکن اکابر صحابہ رضی ہی ہوا کرتے تھے۔

۷۶- جن کی مساعی جمیلہ کی برکت سے صرف دورِ فاروقی میں چار ہزار مسجدیں تعمیر ہوئیں۔

۷۷- جو سادگی کے پیشِ نظر کسی درخت کے نیچے سو جانے سے بھی نہیں گھبراتے تھے۔

۷۸- جنہوں نے کعبہ مکرمہ کے غلاف کو اعلیٰ قسم کے غلاف سے بدل دیا۔

۷۹- جنہوں نے حرم محترم کی عمارت کو وسیع کر کے ارد گرد دیوار بنا کر عام آبادی سے ممتاز کر دیا۔

۸۰- جنہوں نے قحط سالی کے علاج میں ۹۹ میل لمبی نہر پہاڑوں میں سے کھدوا کر دریائے نیل کو بحیرہ قلزم سے ملا دیا۔

۸۱- جنہوں نے بڑے بڑے شہروں میں مسافر خانے تعمیر کروائے۔

۸۲- جنہوں نے نہر ابو موسیٰ کھدوا کر پیاسوں کی پیاس

بجھا دیا۔ (الفاروق)

۸۳۔ جنہوں نے مکہ اور مدینہ کے راستے میں چوکیاں، حوض اور سرائیں تعمیر کرائیں۔

۸۴۔ جنہوں نے اپنے گورنروں کو عدل و انصاف کی تلقین فرما کر رعایا پر احسانِ عظیم فرمایا۔

۸۵۔ جن کے متعلق تفسیر فہمی میں غَلَبَ الْمُسْلِمُوْنَ فَارِسَ فِیْ اَمَارَۃِ عُمَرَ تسلیم کیا۔

۸۶۔ جن کو دامادِ علیؓ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ (الفاروق شبلیؒ۔ انصافی)

۸۷۔ جنہوں نے قضاۃ کو یہ آرڈر دے دیا کہ فیصلوں کے لیے پہلے قرآن بعدہٗ حدیث، بعدہٗ اجماع، بعدہٗ قیاس کو قبول کیا جائے۔

۸۸۔ جن کی جلال بھری نگاہ کو دیکھ کر والیانِ تاج و تخت بھی مرعوب ہو جاتے تھے۔

۸۹۔ جنہوں نے فتح بیت المقدس کے موقع پر باری باری چلنا تو منظور فرما لیا مگر اونٹنی کو تکلیف نہ دی۔

۹۰۔ جو بیت المال سے راشن لے کر یتیموں کے دروازے پر پہنچے۔

۹۱۔ جنہوں نے مالِ غنیمت سے کبھی اپنے حصّے سے زیادہ نہ لیا۔

۹۲۔ جو اس قدر محتاط تھے کہ بیت المال کے تیل سے جلتا ہوا چراغ اپنے کام کے لیے بجھا دیتے تھے۔

۹۳۔ جن کے متعلق عیسائی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر دنیا میں دوسرا عمرؓ ہوتا تو کفر کا نام و نشان نہ ہوتا۔

۹۴۔ جنہوں نے فیصلہ رسولؐ پر اپیل کرنے پر منافق کو قتل کر دیا۔

۹۵۔ جن کے وقت میں ازواجِ رسولؐ اور عترتِ رسولؐ کو ماہانہ وظائف باقاعدہ ملتے رہے۔

۹۶۔ جنہوں نے ایک زمانہ جاہلیت کا اقرار نامہ کہ آپ سے محصول نہ لیا جائے گا پڑھ کر لاعمرہ ولا لابیہٖ فرمایا۔

۹۷۔ جنہوں نے توحیدی عقیدے پر ثابت قدم ہونے کا یوں ثبوت دیا کہ حجرِ اسود کو کہہ دیا۔ تجھے ہم نافع اور ضار نہیں سمجھتے بلکہ تجھے ہم بوسے حضورؐ کے بوسے دینے کی وجہ سے دیتے ہیں۔

۹۸۔ جن کی شکل کو دیکھ کر عیسائی عالم پہچان جاتے تھے۔

۹۹۔ جن کے بہشتی محل کو خواب میں خود حضور علیہ السلام نے مشاہدہ فرمایا۔

۱۰۰۔ جن کو حضور علیہ السلام نے زندگی میں بہشتی ہونے کی بشارت فرمائی۔

ع۔ گداؤں نے ترے پائے ہیں شاہوں سے نصیب اچھے

سرورِ کائنات کی غلامی کے صدقے حضرت بلالؓ دنیا کے آقا بن گئے اور ان کا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندۂ جاوید ہو گیا۔

اقبالؔ کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رومی فنا ہوا حبشیؓ کو دوام ہے

حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آوازہ اللہ نے بلند کر دیا ہے۔ ان کا نامِ پاک ان کے مناقب و فضائل بیان ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے، طعنے دینے والے ذلیل و خوار ہوئے اور قدرت نے ان رذیلوں کا نام و نشان تک مٹا دیا۔

جنہوں نے اس گھمنڈ میں طعنے دیتے تھے کہ ہمارے بیٹے ہیں اس لیے ہمارا نام تو زندہ رہے گا اور محمد کے بیٹے نہیں ہیں لہٰذا ان کا نام فنا ہو جائے گا۔ قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ انہی کے بیٹے آقائے کائنات کے غلام بن گئے اور پھر ان کی حالت یہ ہوئی کہ اپنے باپ دادا کے نام اور ذکر سے تو انہیں گھن آتی تھی اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک سے ان کے قلب و جگر کو سرور ملتا تھا۔ انہیں اپنے باپ کے طریقے پر چلنے سے نفرت تھی اور آقاؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کا انہیں عشق ہو گیا تھا۔ اپنے آباء کی باتوں سے وہ بیزار تھے اور آقائے کائناتؐ کے اقوال کو دل میں جگہ دیتے، یاد رکھتے اور بہت بڑا سرمایہ یقین کرتے تھے، اور ان گراں قدر اقوال کو دوسروں تک پہنچانا اپنا فرض جانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آقاؐ کا سچا غلام بنائے اور ان کی پیروی کی توفیق دے، آمین۔

اس سورۃ مبارکہ کے متعلق اگلی صحبت میں کچھ باتیں اور بھی بیان ہوں گی، انشاء اللہ!

صحابہ کرامؓ پر ایک اجمالی نظر

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (الحدیث)

عبدالرحمن جامی النقشبندی جلال پور پیروالا

محترم دوستو دورِ جدید میں ضرورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ نکھار کر ان نمونوں کو دُنیا کے سامنے رکھا جائے جو عرب کے معلم اُمّیؐ (فداہ ابی و امی)، کے مخاطب اوّل اور آپ کے اخلاق و محاسن کے مظہر نیز آپ کی تعلیم و تربیت کی مثال ہیں اور جن کے بارے میں خود سرور کائنات، فخرِ موجودات آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اِھتدیتم (الحدیث)

میرے اصحاب تاروں کی مانند ہیں، جس کی روشنی میں چلو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اس کی ابتداء و انتہا کے حیرت انگیز واقعات کی ایک عجیب و غریب مثال ہے۔ اوّل اوّل جب آپ نے دُنیا کو عقائد و اعمال کی اصلاح کی دعوت دی تو ریگستانِ عرب کے ایک ذرّہ نے بھی اس کا جواب نہ دیا اور یہی کہتے رہے اِنْ ھٰذا اِلَّا ساحِرٌ مُّبِیْن یاد آیا نضر ابن حارثؓ نے قریش کو مخاطب بنا کر اس موقع پر کتنے بلیغ اور جامع فقرے کہے جن کی تازگی آج بھی بعینہٖ محسوس ہو رہی ہے کہا جب محمدؐ تم میں نوخیز تھے یعنی لڑکپن اور بے پرواہی کا زمانہ تھا تو سب سے زیادہ اے قریش تمہارے نزدیک پسندیدہ تھے اور امین تھے اور آج جب ان کے بالوں میں سفیدی ظاہر ہوئی یعنی علم و تدبر کا وقت آیا اور تمہارے پاس پیامِ ربّانی لے کر آئے تو تمہارا خیال ہے کہ محمدؐ جادوگر ہیں۔ نہیں خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساحر نہیں نضر کے اصل الفاظ یہ ہیں قد کان محمدؐ فیکم غلاماً حدثا ارضاکم فیکم واصدقکم حدیثا واعظمکم امانۃً حتی اذا رأیتم فی صدغیہ الشیب وجائکم بہ قلتم ساحر لا واللہ ما ھو ساحر (محاضرات ج ۱ ص ۱۵۳) لیکن صداقت کے اثر اور تربیت پذیری کے جوہر نے چند ہی روز میں آپ کے آگے پیچھے داہنے بائیں غرض ہر طرف ان جانثاروں کی قطاریں کھڑی کر دیں جن کے وجود سے تمام انبیاء اور دُنیا کے رہنماؤں کی سیرتیں یکسر خالی ہیں۔ اور جن کا اسوۂ حسنہ رہتی دُنیا تک تمام انسانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ بخاری میں ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت مقداد انصاریؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم موسےٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خُدا جا کر لڑیں۔ ہم لوگ آپ کے داہنے سے بائیں سے سامنے سے پیچھے سے لڑیں گے۔ اس تقریر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چمک اُٹھا۔ آج مسلسل تیرہ سو برس گزرنے پر بھی یہ تارے اسی آب و تاب کے ساتھ چمک رہے ہیں اور گم گشتگان راہ انہی ستاروں کی روشنی میں اپنی منزل مقصود کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک خط و خال کو ہم تاریخ کے مرقع میں دیکھ سکتے ہیں اور ان کے تمام مذہبی، علمی، سیاسی، اخلاقی فضائل کو تاریخ نے محفوظ رکھا ہے۔ اور ہم اس تاریخ کو ہر حیثیت سے دُنیا کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔ علماء اسلام کو سیرت الصحابہ کی تدوین و ترتیب کا خیال اس بناء پر پیدا ہوا کہ روایات میں سب سے پہلے صحابہ کرامؓ ہی کا نام آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اوّل اوّل محدثین نے اس کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ صحابہ کرام کے حالات میں سب سے پہلی کتاب امام بخاری

المتوفی ۲۵۶ھ نے تصنیف کی جس کا نام اسماء الصحابہؓ تھا اور جس کا اکثر حصہ علامہ ابوالقاسم نے اپنی کتاب معجم الصحابہ میں نقل کیا ہے۔ اس کے بعد اس فن کو بہت ترقی ہوئی اور بکثرت علماء مثلاً ابوبکر ابن داؤد عبدان مطین ابو علی ابن السکن ابو حفص ابن شاہین وغیرہ نے اس موضوع پر کتابیں تصنیف کیں۔ لیکن ان میں ابو عبداللہ المندہ ۳۹۵ھ اور قاضی ابن عبدالبر کی کتابیں مقبول ہوئیں اور انہی کو متاخرین نے اپنی تصانیف کا ماخذ قرار دیا۔ پھر ان پر بھی بہت سے علماء نے ذیل لکھے۔ اس کے بعد علامہ ابن الاثیر جزریؒ المتوفی ۶۳۰ھ نے صحابہؓ کے حالات میں ایک نہایت مبسوط کتاب لکھی جس کا نام اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہؓ ہے۔ اس کا ماخذ بھی ابن عبدالبر اور ابن مندہ کی کتابیں ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی پانچ جلدوں میں ایک مفصل کتاب لکھی جس کا نام اصابہ فی تمیز الصحابہ ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے اس کا ایک خلاصہ لکھا جس کا نام عین الاصابہ ہے۔ بہرحال صحابہ کے حالات میں جو کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں وہ صرف یہی استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ اور تجرید اسماء الصحابہ ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ اور بہت سی کتابوں سے متفرق طور پر صحابہ کرام کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔

صحابی کسے کہتے ہیں۔ علماء کی آراء اس بارے میں مختلف ہیں۔ محدثین اور جمہور اصولیین نے صحابی ہونے کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ اس کو ایک مدت تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نشست و برخاست کا موقع ملا ہو۔ حضرت سعید ابن مسیبؓ نے اس شرط کے ساتھ یہ قید بھی لگائی ہے کہ کم از کم اس کو حضورؐ کے ساتھ ایک غزوہ میں شرکت کا موقع بھی ملا ہو۔ ایسے ہی بعض حضرات کے نزدیک صحابی وہ ہے جس نے آپ سے روایتِ حدیث کی ہو۔ بعض کے نزدیک روایت بھی ضروری نہیں۔ بعض کے نزدیک ہر اس مسلمان کو صحابی کہتے ہیں جس نے حالت بلوغ اور حالتِ صحت عقل میں آپ کو دیکھا ہے لیکن جمہور کی رائے یہ ہے کہ صحابی ہر وہ شخص ہے جس نے بحالتِ اسلام آپ کو دیکھا یا ملاقات کی ہے۔

تعداد صحابہ: جہاں تک تعداد صحابہ کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں حتمی اور فیصلہ کن بات نہیں کہی جا سکتی، کیونکہ صحابہ کے مشاغل دینیہ نے خود صحابہ کو اس طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ اس کے علاوہ اکثر مسلمان بدوی تھے جو صحرا میں رہتے تھے جن کے تحقیقِ حال کا اس زمانہ میں کوئی ذریعہ نہ تھا۔ بہرحال اوسط تعداد صحابہ ایک لاکھ کے قریب کہی جا سکتی ہے۔ البتہ اکابر صحابہ کے نام اور ان کی تعداد اور ان کے حالات بسط کے ساتھ موجود ہیں۔ مختلف حیثیتوں سے صحابہ کرام کے مختلف طبقات ہیں۔ ان کی [illegible] مراتب کے لحاظ سے اہلسنت والجماعت کے نزدیک بالاتفاق خلفائے راشدین حسب ترتیب تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ خلفاء کے بعد ازواج مطہرات، پھر مہاجرین اولین پھر اہل عقبہ، پھر اہل بدر، پھر اہل مشاہد، صحابہ کرامؓ کا مبارک زمانہ پہلی صدی ہجری سے شروع ہو کر دوسری صدی کے ابتدائی حصے میں ختم ہو گیا۔ حضرت سہلؓ ابن سعد ابن مالکؓ آخری صحابی ہیں جنہوں نے باختلاف روایت ۸۸ھ یا ۹۱ھ میں چھیانوے یا سو برس کی عمر میں وفات پائی۔ خود حضرت سہلؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں مر جاؤں تو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والا نہ ملے گا۔ حضرت انسؓ ابن مالک آخری صحابی تھے جو بصرہ میں رہ گئے تھے۔ خود ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ اب کوئی صحابی باقی ہے یا نہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ دیہات کے چند اعرابی البتہ باقی ہیں جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے لیکن اب کوئی ایسا شخص نہیں جس نے آپ کی صحبت اٹھائی ہو۔ آپ نے بھی باختلاف روایت ۹۱ھ ۹۲ھ یا ۱۱۰ھ میں سو برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے بعد حضرت ابوالطفیلؓ عامر ابن واثلہ ایک صحابی رہ گئے تھے جنہوں نے ۱۰۰ھ میں مکہ میں وفات پائی۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ آج میرے سوا روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جس نے رسول اکرمؐ کو دیکھا ہو۔ بہرحال عام روایت کی بنا پر پہلی صدی کے ختم ہونے کے ساتھ صحابہ کرام کا مبارک دور بھی ختم ہو گیا اور وہ نورانی صورتیں دنیا کی آنکھوں سے چھپ گئیں۔ جنہوں نے ایک

صدیوں تک دنیا کو بقعۂ نور بنائے رکھا تھا۔ اب صرف ان کے اعمال صالحہ رہ گئے ہیں جن کو ہم اپنے لیے مشعل راہ بنا سکتے ہیں ذیل میں صحابہ کرام کی زندگی کے چند متفرق خاکے پیش کیے جاتے ہیں۔

رقت قلب اور اثر پذیری ایک نیک سرشت انسان کا اصلی جوہر ہیں اور سنگ دلی و قساوت ایک بدبخت اور شقی انسان کا سرمایہ حیات۔ بہت سے ہیں جنہوں نے ہزارہا کوششوں کے باوجود خدائے لایزال کے آگے سر نہیں جھکایا۔ لیکن برخلاف ان کے صحابہ کرام قرآن کریم کے اثر، سرور کائنات ﷺ کے اخلاق و عادات اور شمائل کو دیکھ کر ہی برضا و رغبت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رض، ابوذر رض، طفیل ابن عمرو دوسی خالد العدولی رض سب قرآن کریم کے اثر سے ہی اسلام میں داخل ہوئے۔ (اصابہ مسلم۔ بخاری۔ مسند ابن حنبل)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے یہ تعلیم دی۔ سلام کو رواج دو۔ کھانا کھلاؤ۔ صلہ رحمی کرو اور ان کے صلہ میں جنت لو۔ حضرت عبداللہ ابن سلام نے ان کے اثر سے فوراً اسلام قبول کر لیا، اور کہا کہ آپ ایک حق مذہب لے کر آئے ہیں۔

(بخاری باب ہجرۃ النبی ﷺ)

بعض نے صرف آپ کی شکل و صورت کو دیکھتے ہی اسلام قبول کر لیا اور پکار اٹھے۔ جھوٹے آدمی کا چہرہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اپنے مقصد اور نصب العین پر پختگی صحابہ کرام میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ کسی مقصد کو ہٹانے کے بعد لالچ یا طمع کی بنا پر اس سے پھر جانا اخلاقی گراوٹ ہے صحابہ کرام کو بھی ابتداء اسلام میں اس سے واسطہ پڑا لیکن حضرت صحابہ اس امتحان میں بھی پورے اترے۔ خود صحابہ پر فقر و تنگ دستی غالب تھی لیکن ان کے مخالفین یہود و مشرکین دولت و ثروت سے مالا مال تھے۔ مگر ان کی چمکتی ہوئی تجوریاں صحابہ کے پائے ثبات کو اسلام و ایمان کی متاع بے بہا سے لغزش نہ دلا سکیں۔ حتیٰ کہ مصائب سے نجات ملنے کی پیش کش کو صحابہ کرام نے اسے کمال بے پرواہی کے ساتھ ٹھکرا دیا، جس کی مثال ملنی مشکل ہے جب غزوہ تبوک کی عدم شرکت کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کعب ابن مالک سے ناراض ہو گئے تو آپ کے حکم سے تمام صحابہ نے ان سے تعلقات منقطع کر لیے تو شاہ غسان نے ان کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کیا ہے۔ خدا تم کو ذلت اور کس مپرسی کی زندگی میں نہ رہنے دے گا۔ آؤ ہم سے مل جاؤ۔ ہم تمہاری غمخواری کریں گے لیکن انہوں نے اس خط کو تنور میں ڈال دیا (بخاری کتاب المغازی)

ضعیف القلب انسان مصائب کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہے لیکن صحابہ کرام نے اسلام کے لیے ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں اور ان کے ایمان میں ذرہ برابر تزلزل واقع نہیں ہوا۔ حضرت زبیر ابن عوام رض جب اسلام لائے تو ان کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتے تھے۔ حضرت عمر رض کے چچازاد بھائی سعید ابن زید اسلام لائے تو حضرت عمر رض نے ان کو رسیوں میں باندھ دیا۔ (بخاری)

ہجرت:

صحابہ کرام نے اسلام کے لیے جو مصائب برداشت کیے ان میں ہجرت کی داستان نہایت درد انگیز ہے۔ خود حدیث میں آیا ہے کہ ان شان الھجرۃ شدید۔ ہجرت کا معاملہ نہایت سخت ہے جو لوگ ہمیشہ مصائب برداشت کرنے کے خوگر تھے، وہ بھی اس مصیبت کو برداشت نہ کر سکے۔ ایک بدو مدینہ میں ہجرت کر کے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ سوء اتفاق سے اسلام لانے کے بعد اس کو بخار آ گیا۔ اس نے اس کو اسلام کے شگون بد کا نتیجہ سمجھا اور اصرار کے ساتھ بیعت فسخ کرا لی۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا مدینہ سنار کی بھٹی کے مثل ہے میل کچیل کو باہر پھینک دیتا ہے اور خالص سونے کو الگ کر دیتا ہے۔ یہ زر خالص صحابہ ہی تھے جو مدتوں مدینہ میں نعل در آتش رہے۔ لیکن اسلام کے لیے ان تمام سختیوں کو گوارا کیا۔ صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ آئے تو مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی اور متعدد بزرگ بخار میں مبتلا ہو گئے۔ اسی حالت میں حضرت ابوبکر رض یہ شعر پڑھتے تھے۔ ؎

کل امرئ مصبح فی اھلہ
والموت ادنیٰ من شراک نعلہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ مکہ کی وادیوں، چشموں اور پہاڑوں کو یاد کر کے چیخ اُٹھتے تھے اور رنج و غم کا اظہار ان حسرت ناک اشعار میں کیا کرتے تھے۔ (ترجمہ) کاش! میں ایک رات اس میدان میں بسر کرتا جب میں میرے گرد اذفر و جلیل ہوتے، مکہ کی دو قسم کی گھانسوں کا نام ہے۔ کیا میں پھر کبھی کسی دن مجنہ کے پانی سے سیراب ہوں گا۔ کیا میرے سامنے پھر شامہ و طفیل (پہاڑیاں) ہونگی۔

مسکین نوازی:

صحابہ کرام نہایت مسکین نواز اور غریب پرور تھے۔ حضرت جعفر ابن ابی طالب رضؓ کو مساکین کے ساتھ خاص انس تھا اور اُن کے پاس اکثر بیٹھتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ابوالمساکین کی کنیت سے پکارتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کا بیان ہے کہ میں تمام صحابہ سے قرآن مجید کی وہ آیتیں پوچھا کرتا تھا جو مجھے اچھی طرح معلوم تھیں اور اس کا مقصد یہ تھا کہ کوئی کھانا کھلائے، جب حضرت جعفر ابن ابی طالب رضؓ سے پوچھنے کا اتفاق ہوتا تو وہ پہلے گھر لے جا کر کھانا کھلاتے پھر جواب دیتے۔ اگر گھر میں کچھ نہ ہوتا تو خالی گھی کا کُپّہ اُٹھا لاتے، اور اس کو پھاڑ ڈالتے اور ہم لوگ اس کو چاٹ لیتے۔

(ترمذی، بخاری)

صحابہ کرامؓ اگرچہ مفلس اور نادار تھے لیکن کسی کے سامنے دستِ سوال نہ پھیلاتے تھے۔ ایک بار چند صحابی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی شرائط بیعت میں ایک شرط یہ تھی لا تسألوا للناس شیئاً لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا ان لوگوں نے اس شدّت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ اگر راہ میں کوڑا بھی گر جاتا تو کسی سے یہ نہیں کہتے تھے کہ اُٹھا کر دے دو۔

(ابوداؤد باب کراھیۃ المسئلہ)

اگر کسی وقت بوجہ مجبوری سوال کا موقع بھی آتا تو صحابہ کرام شرم سے علانیہ طلب نہیں کرتے تھے بلکہ حسنِ طلب سے کام لیتے تھے۔ صحابہ کرام جس طرح نوعِ انسان میں فردِ کامل کا درجہ رکھتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو ان اوصاف کے ساتھ متصف کیا تھا جو محاسنِ اخلاق کے تمام اصناف و انواع میں کمال کا درجہ رکھتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو ان اوصاف کے ساتھ متصف کیا تھا جو محاسنِ اخلاق کے تمام اصناف و انواع میں کمال کا درجہ رکھتے تھے۔ فیاضی ایک اخلاقی وصف ہے لیکن ایثار فیاضی کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ اور وہ صحابہ کرام میں عموماً پائی جاتی تھی۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو عطیہ دینا چاہا لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ اس کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

اگرچہ صحابہ کرام کے تمام اخلاقی محاسن نے اسلام کو تقویت دی لیکن سب سے زیادہ اسلام کو صحابہ کی فیاضی سے رسوخ و ثبات حاصل ہوا۔ مدینہ رسول اللہؐ کے لیے غربت کدہ تھا لیکن انصار کی فیاضی نے آپؐ کو اپنی آغوش میں جگہ دی۔ مہاجرین کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا اور ان کو اپنے مال و دولت کا شریک و سہیم بنا دیا۔ چنانچہ جب مہاجرین مدینہ آئے تو انصار نے اپنی تمام زمینیں اور باغات ان کو اس شرط پر دیئے کہ یہ لوگ کھائیں اور سال میں نصف پیداوار تقسیم کر لیا کریں۔ حضرت سعد ابن الربیعؓ نے جائداد کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کو اپنی ایک بی بی دینا چاہی لیکن انہوں نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔ (بخاری)

یہ عالت غزوہ خیبر یعنی ۷ھ تک قائم رہی۔ لیکن جب خیبر فتح ہوا تو مہاجرین نے انصار کے باغ واپس کر دیے۔ حضرت قیس بن عبادہ انصاریؓ اس قدر فیاض تھے کہ ان کے پاس ایک پیالہ تھا وہ جہاں جاتے تھے اس میں ایک آدمی گوشت اور مالیدہ بھر کر لے کر چلتا تھا اور پکارتا جاتا تھا کہ ھلموا الی اللحم والثرید یعنی آؤ اور گوشت اور مالیدہ کھاؤ۔ ایک بار ایک بڑھیا نے ان سے کہا کہ میرے گھر میں چوہے نہیں رہتے، بولے کیا خوب کنایہ ہے۔ اس کا گھر روٹی، گوشت، گھی اور کھجور سے بھر دو

(حسن المحاضرہ ج ا صفحہ ۹۵ رکف لسان)

حدیث میں آیا ہے جس شخص کو خدا نے دو چیزوں

کی برائیوں سے محفوظ رکھا۔ وہ جنت میں داخل ہوا۔ یعنی زبان اور شرمگاہ (موطا امام مالکؒ) اس لیے صحابہ کرام غیبت بدگوئی، نکتہ چینی، فحاشی سب و شتم اور لایعنی باتوں سے نہایت احتراز کرتے تھے۔ ایک شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہم اس کو افسانہ بنا لیتے ہیں لیکن صحابہ کرام عیب پوشی فرمایا کرتے تھے۔

صبر و ثبات: مردوں پر نوحہ و بکا کرنا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑ ڈالنا، مدتوں مرثیہ خوانی کرنا عرب کا قومی شعار تھا لیکن فیضِ تربیت نبویؐ نے صحابہ کرام کو صبر کا اس قدر خوگر بنا دیا تھا کہ حضرت ابو طلحہؓ انصاری کا لڑکا بیمار ہوا اور وہ صبح کے وقت اس کو بیمار چھوڑ کر کام کاج کے لیے باہر چلے گئے اور ان کی عدم موجودگی میں لڑکا جان بحق تسلیم ہو گیا۔ ان کی بیوی نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ ابو طلحہؓ سے نہ کہنا شام کو وہ پلٹے تو بیوی سے پوچھا بچہ کیسا ہے۔ بولیں پہلے سے زیادہ سکون کی حالت میں ہے۔ یہ کہہ کر سامنے کھانا لائیں اور انہوں نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد معمول سے زیادہ بن ٹھن کے آئیں اور ان کے ساتھ ہم بستر ہوئیں۔ صبح ہوئی تو استفادۃً کہا اگر ایک قوم کسی کو کوئی چیز عاریتاً دے اور پھر اس کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو روک رکھنے کا حق ہے، بولے نہیں، بولیں تو پھر اپنے بیٹے کو صبر کر لو۔ (مسلم و بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد سے واپس ہوئے تو تمام صحابیاتؓ اپنے اپنے اعزا و اقارب کا حال پوچھنے آئیں۔ ان ہی میں حضرت آمنہ بنت جحشؓ بھی تھیں۔ وہ آئیں تو آپ نے فرمایا کہ صبر اپنے بھائی عبداللہ بن جحشؓ کو صبر کرو۔ انہوں نے انا للہ الخ پڑھا اور انہوں نے دعائے مغفرت کی۔ پھر آپ نے فرمایا اپنے ماموں حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب کو بھی صبر کرو، انہوں نے اس پر بھی إنّا للہ و إنّا الیہ راجعون پڑھا اور دعائے مغفرت کرکے خاموش ہو رہیں۔ (ابن سعد)

حضرت عبداللہ ابن الزبیرؓ جب حجاج سے معرکہ آرا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماءؓ بیمار تھیں وہ ان کے پاس آئے اور مزاج پرسی کے بعد بولے کہ مجھ کو موت میں آرام ہے لیکن شاید تم کو میرے مرنے کی آرزو ہے لیکن جب تک دو باتوں میں سے ایک نہ ہو جائے میں مرنا پسند نہ کروں گی۔ یا تو تم شہید ہو جاؤ اور میں تم پر صبر کر لوں یا فتح و کامرانی حاصل کرو کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ چنانچہ جب وہ شہید ہو گئے تو حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا دیا۔ حضرت اسماءؓ باوجود پیرانہ سالی کے اس قتل گاہ میں آئیں اور بجائے اس کے روتی پیٹتیں حجاج کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیا اس سوار کے لیے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔ (استیعاب)

اسی صبر و ثبات کا یہ نتیجہ تھا کہ جب کفار نے حضرت خبیبؓ کو شہید کرنا چاہا تو نہایت اطمینان کے ساتھ انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ اگر تم کو یہ خیال نہ ہوتا کہ میں مرنے سے ڈرتا ہوں تو ان رکعات کو اور طویل کرتا اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔

ولست ابالی حین اقتل مسلما
علی ای شق کان اللہ مصرعی
و ذلک فی ذات الالہ وان یشاء
یبارک علی اوصال شلو ممزع (بخاری)

جب کہ میں مسلمان ہو کر مرتا ہوں تو اس کی کیا پرواہ کہ میرا دھڑ کس بل گرے گا یہ مرنا تو خدا کے لیے ہے۔ اگر وہ چاہے تو ان کٹے ہوئے جوڑوں پر برکت نازل کر سکتا ہے۔

خاکساری: اگرچہ دُنیا صحابہ کرام کی خاکِ پا کو آنکھ کا سرمہ بناتی ہے لیکن بایں ہمہ وہ نہایت فروتن متواضع اور خاکسار تھے۔ ایک بار محمدؒ ابن حنفیہؒ نے حضرت علی کرم اللہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص افضل الناس ہے، فرمایا یارِ غار ابو بکرؓ، پھر پوچھا کہ ان کے بعد عمرؓ، اُن کے بعد وہ خود (محمد ابن حنفیہؒ) کہہ اٹھے کہ ان کے بعد آپ۔ فرمایا میں تو مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہوں۔ (ابوداؤد)

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے لیکن طرزِ معاشرت اس قدر سادہ تھا کہ کوئی پہچان نہ سکتا تھا کاتب الوحی حضرت امیر معاویہؓ کو جاہ پسند کہا جاتا ہے لیکن ایک بار ابن عامر ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے منع فرمایا۔ (طحاوی)

شکرِ الٰہی: ایک انسان کا بیٹا مر جاتا ہے۔ دولت لُٹ جاتی ہے۔ جائداد تباہ ہو جاتی ہے تو وہ ابتداء میں بدحواس ہو جاتا ہے لیکن مایوسی مجبوراً صبر کا خوگر بنا دیتی ہے کہ الیاس احدی الراحتین۔ لیکن جب خدا ایک لاولد شخص کو بیٹا دیتا ہے۔ ایک مفلس کو دولت مل جاتی ہے، ایک ذلیل شخص معزز ہو جاتا ہے تو وہ دفعتہً اس قدر مغرور اور خود پسند ہو جاتا ہے کہ اس حالت میں اس کو خدا یاد نہیں آتا۔ بعض صوفیہ کا قول ہے کہ صبر آسان اور شکر مشکل ہے۔ لیکن اسلام کے تمام دَور صحابہ کرام کے سامنے تھے۔ وہ بھی جس میں سخت مفلس و محتاج اور ذلیل تھے۔ وہ بھی جس میں دولت مند، متمول اور معزز ہو گئے تھے۔ پہلے دَور میں انہوں نے صبر کیا تھا اور دوسرے دور میں خدا کا شکر بجا لاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ مَیں نے یتیمی میں نشوونما پائی۔ مسکینی کی حالت میں ہجرت کی کھانے پر ابنۃ غزوان کا ملازم تھا۔ جب وہ لوگ منزل پر اترتے تھے تو ان کے لیے لکڑیاں چن کے لاتا تھا اور جب وہ اونٹ پر سوار ہوتے تھے تو ان کی حدی خوانی کرتا تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب دین نے قوّت حاصل کر لی ہے اور ابوہریرہؓ امام بن گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

زندہ دلی: اسلام نے صحابہ کرام کے جذبات کو تر و تازہ، شگفتہ اور زندہ کر دیا تھا۔ اس لیے ان میں زندہ دلی پائی جاتی تھی۔ اور وہ مختلف طریقوں سے اس کا اظہار کرتے تھے۔ تمام صحابہ عید کے دن خوشیاں مناتے تھے، دعوتیں کرتے تھے۔ اور ہمسایوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ قربانی نماز کے بعد کی جاتی ہے۔ لیکن ایک صحابی نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر دی اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ کھانے پینے کا دن تھا اس لیے جلدی کی۔ خود کھایا بچوں اور ہمسایوں کو کھلایا۔ (ابوداؤد، کتاب الضحایا) عید کے دن معمولاً چھوکرے اور چھوکریاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو کر دف بجاتے اور مسرّت کے ترانے گاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک مصلّے پر بیٹھتے تھے اس حالت میں صحابہ کرام زمانہ جاہلیت کے واقعات کا ذکر کرتے تھے۔ اشعار پڑھتے تھے اور ہنستے تھے۔ آپ ان تذکروں کو سُن کر مُسکراتے تھے۔ (بخاری)

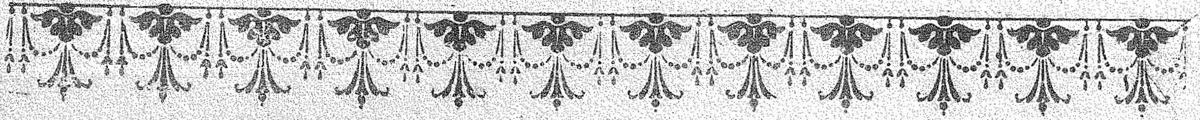
کبھی کبھی یہ زندہ دلی سنجیدہ ظرافت کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پُوچھا تمہارا کیا نام ہے بولا جمرہ (چنگاری) پوچھا باپ کا نام، کہا شہاب (شعلہ)۔ پوچھا کس قبیلہ سے ہو، بولا حرقہ (جلن)۔ پوچھا مکان، بولا حرۃ النار (آگ کی سرزمین)۔ پُوچھا وہ کس جگہ ہے بولا ذات اللظی (شعلہ والی زمین)۔ فرمایا گھر والوں کی تو خبر لے وہ جل بجھے۔ اس نے جا کر دیکھا تو واقعی ایسا معاملہ تھا (موطا امام مالک) (باب مایکرہ من الاسماء)

غزوہ تبوک کے زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہایت تنگ اور چھوٹے خیمے میں مقیم تھے۔ ایک صحابی آئے اور سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام کے بعد فرمایا۔ اندر جاؤ۔ بولے اپنے پُورے جسم کے ساتھ یا رسول اللہ یعنی اس میں یہ ظریفانہ تعریض تھی کہ خیمہ اس قدر تنگ ہے کہ پورا جسم بمشکل اس کے اندر آ سکتا ہے۔ لیکن مذہبی ذمہ داریوں کے وقت صحابہ کرام سے یہ سب چیزیں فراموش ہو جاتی تھیں اور صحابہ کرام اس کی ذمہ داریوں کی گرانباری سے بدحواس ہو جاتے تھے۔ صحابہ کرام کی زندگی کے یہ مختلف نمونے ہیں۔ کیا ہماری زندگیوں میں بھی اس کی جھلک نظر آتی ہے۔ اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی طرز زندگی پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

اللّٰھمّ ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح

اسلام اور ترقی



ترقی اور علمائے اسلام

لوگ کہتے ہیں کہ علمائے اسلام ترقی سے روکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ الزام صحیح نہیں بلکہ عام طور پر لوگ تو عقلی طریقہ سے ترقی کو ضروری ثابت کرتے ہیں اور میں اُسے شرعی فرض کہتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ یعنی ہر قوم کے لیے قبلہ کی جہت مقرر ہے جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے تو تُم ایک دوسرے سے بھلائیوں میں آگے بڑھو۔ ہم کو تو استباق یعنی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم ہے، اور یہی ترقی ہے، ترقی کی ضرورت تو قرآن شریف سے ثابت ہے بلکہ استبقوا امر کا لفظ ہے جو فرض ہونے کا تقاضا کرتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اسلام میں ترقی کرنا فرض ہے۔ اب کس کی مجال ہے کہ ترقی سے روک سکے۔ لہٰذا علماء پر یہ الزام بالکل تہمت ہے۔ قرآنی فرض سے کوئی کیسے روک سکتا ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ اور لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ دوسری قوموں کے قدم بقدم چل کر ترقی کرو اور علماء یہ کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن کہے اس طرح ترقی کرو۔

غیر قوموں کی تقلید

میں یہ نہیں کہتا کہ جو تدبیریں یورپ اور غیر قوموں نے اختیار کی ہیں ان کا دُنیوی کامیابی میں کوئی اثر ہی نہیں۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ مسلمانوں کو اُن تدبیروں سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مسلمانوں کے لیے ان تدبیروں کے اثر کرنے میں ایک رکاوٹ ہے اور وہ رکاوٹ اُن کا گناہ اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے اور یہ رکاوٹ کافروں میں نہیں ہے، کیونکہ ان پر جزئی عملوں کی ذمہ داری نہیں۔ ان پر تو ایمان لانے کی ذمہ داری ہے اور ایمان نہ لانے پر اور کفر کرنے ہی پر ایسا سخت عذاب ہوگا۔ جس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں۔ باقی عملوں کی ان سے پوچھ نہ ہوگی نہ ان کی سزا ملے گی اور مسلمانوں سے الحمدللہ کفر کا عذاب ہٹا ہوا ہے۔ ان سے تو عملوں پر پوچھ ہوگی اور جب یہ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہیں تو ان کو کامیابی ہوا نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ ان تدبیروں میں سے اثر کو دُور کر دیتے ہیں تاکہ اس مخالفت کی سزا دُنیا ہی میں بھگت لیں۔

ہر قوم کی ترقی اور کامیابی کا طریقہ الگ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو طریقہ ایک قوم کو فائدہ دے وہ سب ہی کو فائدہ دے اور اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ تدبیریں ہمیں بھی فائدہ دیں گی۔ تب بھی خداوندی احکام کی پیروی فرض ہے اور ان ناجائز تدبیروں کا اختیار کرنا ہرگز روا نہ ہوگا۔ دیکھئے شراب اور جوئے اور سود میں بھی نفع ہے خود ارشاد عز و جل ہے:-

قل فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ ترجمہ:- آپ کہہ دیجئے شراب اور جوئے میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو کچھ فائدے بھی ہیں۔ لیکن ایسے فائدے کو لے کر کیا کریں جس میں خدا تعالیٰ کا غضب بھی ملا ہو۔ لوگ تدبیر تو کرتے ہیں شریعت کے خلاف اور پھر چاہتے ہیں کہ علماء ساتھ دیں اور وہ فائدہ ہی کہاں ہوا جس میں خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہو، اور دین و دُنیا دونوں کی تباہی ہو۔ اس لیے مسلمانوں میں ان تدبیروں سے ترقی نہیں ہو سکتی بلکہ اور تنزل ہوگا اور ہوتا جا رہا ہے۔

ترقی کی قسمیں

ترقی اچھی باتوں میں بھی ہوتی ہے اور بُری میں بھی۔ مگر بھلائیوں

ہیں تو کوشش کرکے ترقی حاصل کرنے کے قابل ہے اور برائیوں میں نہیں، ورنہ ایک ڈاکو کو بھی یہ کہنے کا حق ہے کہ مجھے ڈاکہ سے کیوں منع کیا جاتا ہے۔ میں تو ترقی کرنا چاہتا ہوں بلکہ اسی طرح ہر دھوکہ باز، چور کو، گرہ کٹ کو، کفن چور کو، رشوت لینے والے کو، سود خوار کو، سٹہ باز کو، غرض ہر بدمعاش کو یہ کہنے کا حق حاصل ہوگا، اس لیے بھلائی میں تو ترقی، ترقی ہے اور برائی میں ترقی بری ہے۔ تو اب جس ترقی کو اور لوگ کہتے ہیں یا وہ اس کا بھلا ہونا ثابت کردیں یا جس ترقی کو علمائے اسلام کہتے ہیں ہم اس کا بھلا ہونا ثابت کردیں، خود ترقی کرنا تو ضروری اور فرض ہے مگر ان طریقوں سے ترقی کو برائی میں ترقی کرنا بنا دیا ہے، جو درحقیقت بجائے ترقی کے تنزل ہے۔

اسلاف کی ترقی اور موجودہ ترقی

موجودہ ترقی کا حاصل تو حرص ہے اور شریعت نے حرص کی جڑ کاٹ دی ہے۔ صحابہ کرام نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے تھے کبھی ایسے خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس کی تعلیم فرمائی۔ نہ حضور ہی کی سیرت میں کوئی ایسا واقعہ ہے۔ ان حضرات کی ترقی تو دین کی ترقی تھی۔ اگرچہ اس کے ساتھ ہی دنیا کی بھی وہ ترقی ملی کہ آج لوگوں کو خواب میں بھی نصیب نہیں لیکن مقصود صرف وہی ترقی تھی چنانچہ ان کی اس شان کو خود خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :- الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ ترجمہ :- یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو زمین پر قبضہ دے دیں تو یہ نماز ادا کرتے رہا کریں۔ زکوٰۃ دیتے رہا کریں اور بھلائیوں کا حکم اور برائیوں سے روک ٹوک کرتے رہا کریں۔

یہ ہے ترقی کے بعد ان کے خیالات کا نقشہ جس میں کسی شک و شبہ کی بھی گنجائش نہیں۔

مالی ترقی

جس ترقی کو لوگ ترقی کہتے ہیں، اس کے تین حصے ہیں۔ مال، عزت، حکومت، آج کل دوسری قوموں کے سامان عیش دیکھ کر مسلمانوں کی رال ٹپکتی ہے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ بھلائی اور سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو دنیا زیادہ نہ ملے۔ اگر ہم کو زیادہ مال دیا جاتا تو رات دن دنیا ہی کی فکر میں رہتے۔ آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے۔ اس پر شاید یہ شبہ ہو کہ ہماری نیت تو یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہم کو سامان زیادہ دیں تو خوب نیک کام کریں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خوب خرچ کریں تو یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ کو کیا خبر ہے کہ اس وقت آپ کے جو ارادے اور نیتیں ہیں۔ زیادہ مال ملنے کے بعد بھی یہ باقی رہیں گی یا نہیں۔ اس کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے۔ حضرات صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر کون نیک نیت ہوگا۔

مگر حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہؓ سے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہوگی جب کہ میرے بعد سلطنتیں اور شہر فتح ہوں گے اور تمہارے پاس زیادتی سے پاس مال و سامان اور غلام و نوکر ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت ہم اللہ کی عبادت کرنے کے لیے فارغ ہو جائیں گے۔ نتفرغ للعبادۃ ونکفی المؤنۃ ترجمہ: ہم عبادت کے لیے فارغ ہو جائیں گے اور مشقت سے بچ جائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری یہی حالت اچھی ہے جو آج کل ہے۔ جب حضورؐ نے صحابہؓ کے لیے زیادہ پسند نہیں کیا، حالانکہ ان حضرات نے واقعی زیادہ سامان ہونے پر عبادت میں پہلے سے زیادہ ترقی کی ہے اور دنیا میں نہیں گھسے تو اوروں کے لیے کب پسند فرمائیں گے اس لیے مسلمانوں کو دوسری قوموں کا مال دیکھ کر رال نہ ٹپکانا چاہیے۔ اولٰئک عجلت لھم طیباتھم فی حیوتھم الدنیا (یہ کافر لوگ تو وہ ہیں جن کو ان کی نعمتیں دنیاوی زندگی ہی میں دے دی گئی ہیں) اور آخرت میں تو کافروں کے لیے عذاب ہی ہے۔ اور مسلمانوں کے واسطے تو راحت جنت میں ہے۔ مسلمانوں کو تو دنیا میں اتنی ترقی چاہیے کہ پیٹ بھر کر روٹی مل جائے۔ ستر ڈھانکنے کے لیے کپڑا اور رہنے کو مختصر سا مکان اور اتنا الحمدللہ بہت مسلمانوں کو حاصل ہے۔ صحابہؓ کو حضورؐ کے زمانے میں اتنا بھی حاصل نہ تھا۔ تو ہم تو گویا بادشاہ ہیں۔

ارشادِ نبوی ہے کہ "جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ بدن میں صحت ہو، دل میں بے فکری ہو، ایک دن کا کھانا اس کے پاس ہو تو گویا اس کو تمام دنیا مل گئی۔

غرض حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ بعض لوگوں کو غریب رکھتے ہیں۔ انہیں کیا خبر ہے کہ امیر ہونے کے وہ کیسے ہو جائیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ یہ نیک نیت عطا فرما دیتے ہیں۔ یہی ان کے درجے بلند کرنے کے لیے کافی ہے — خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قول معروف و مغفرة خیر من صدقة یتبعها اذیً واللہ غنی حلیم۔ (اچھی اچھی باتیں اور معافی دے دینا ایسے صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد احسان جتلانے کی تکلیف ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں بردبار ہیں) جس کے پاس مال نہیں وہ نیک باتوں سے ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

ایک شبہ اور جواب

شاید کوئی یہ کہے کہ قرآن شریف میں وَ اِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْد (بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے) کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا ن الوصیة (الآیہ) (تم پر ضروری کی گئی ہے وصیت جب کسی کو موت آنے لگے اگر وہ مال چھوڑے)۔ یہاں مال کو خیر فرمایا ہے۔ لہٰذا مال کی ترقی خیر اور بھلائی میں ترقی ہوئی — اور فاستبقوا الخیرات (بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو) میں یہ بھی آ گئی۔ جواب یہ ہے کہ الخیرات میں مطلق خیر مراد ہے۔ یعنی جو ہر طرح بھلائی ہی بھلائی ہو اور مال ہر طرح بھلائی نہیں۔ اس کے بھلائی ہونے کی بہت سی شرطیں ہیں۔ جن کی رعایت نہیں کی جاتی۔ اس لیے مالی ترقی کو بھلائی میں ترقی نہیں کہہ سکتے اور جس درجہ میں مال بھلائی ہے۔ اس درجہ ترقی کو ہم بھی نہیں روکتے۔ جائز بلکہ فرض کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کسب الحلال فریضة بعد الفریضة۔ حلال مال کمانا اور فرضوں کے بعد فرض ہے۔

عزت کی ترقی

حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وللہ العزة ولرسولہ وللمومنین۔ یعنی اللہ ہی کے لیے عزت اور اس کے رسول کے لیے اور مسلمانوں کے لیے۔

بھلا جس شخص کا اس پہ ایمان ہوگا وہ عزت حاصل

کرنے سے کیسے رہ گئے گا۔ علماء صرف طریق ترقی پر اعتراض کرتے ہیں کہ کلکتہ کا ٹکٹ لے کر پشاور نہیں پہنچ سکتے۔ جو طریقے لوگ ترقی کے کہتے ہیں وہ غلط ہیں۔ صحیح طریقہ وہ ہے جو اللہ اور رسول ؐ نے بتایا ہے مگر اس طریق کی تحقیق کے لیے پہلے یہ سمجھئے کہ عزت حاصل کرنے کی غرض کیا ہے اور وہ کیوں ضروری ہے۔ لوگ جو ترقی و عزت چاہتے ہیں۔ اس کی غرض محض بڑا بنتا ہے۔ مگر میں اس کی اصلی وجہ بیان کرتا ہوں۔

اصل یہ ہے کہ عقلی طریقہ پر انسان کو دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ نفع حاصل کرنا اور ضرر سے بچنا۔ آدمی جو کچھ کرتا ہے اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ یا نفع حاصل کرتا ہے یا ضرر سے بچتا ہے۔ مثلاً کھانا کھاتا ہے تو اس لیے کہ بھوک کے ضرر سے بچے اور قوت کا فائدہ حاصل کرے۔ غرض جو کچھ کرتا ہے یا فائدہ حاصل کرنے کے لیے یا ضرر سے بچنے کے لیے۔ دوسری بات یہ سمجھئے کہ ضروری چیزوں کے طریقے بھی ضروری ہوتے ہیں۔ اور اس کا طریقہ مال اور عزت کا حاصل ہونا ہے کہ مال تو فائدہ کے حاصل کرنے کے واسطے ہے۔ اور عزت ضرر سے بچانے کے لیے اور اگر عزت کبھی خطرہ کا سبب ہوتی ہے۔ جیسے بڑے آدمیوں کے کچھ دشمن بھی ہو جاتے ہیں تو وہ عزت کی کمی اور کسی نہ کسی حد سے اندر ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ورنہ عزت تو بچاؤ کی ہی چیز ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ غلبہ و عزت بے حد و انتہا ہے۔ تاہم عزت ہی ایسی چیز ہے جو آدمی کو بہت سی مصیبتوں اور خطروں سے بچاتی ہے۔ مثلاً اب ہم اطمینان سے بیٹھے ہیں۔ کوئی ہم کو ذلیل نہیں کر سکتا۔ بیگار میں نہیں پکڑ سکتا۔ غرض عزت کی غرض ضرر سے بچنا ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ عزت اور مال دونوں پسندیدہ اور حاصل کرنے کے قابل ہیں۔ بشرطیکہ طریقے سے ہوں، شریعت کی حد میں رہ کر ہوں اور جو لوگ مال و عزت حاصل کرنے کے لیے بڑا [illegible] کرتے ہیں ان کا مطلب مال کی محبت اور عزت کی محبت سے

منع کرتا ہے۔ اور محبت بھی ایسی جو حق تعالیٰ کی محبت سے بڑھی ہوئی نہ ہو کہ ان کی ہوس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا جائے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ . . . . . حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔ (فرما دیجئے۔ اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، کنبے اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس کے رُک جانے سے تم ڈرتے ہو اور گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالےٰ اپنا حکم یعنی عذاب لائیں)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مال اور عزت کی محبت اور وہ بھی اتنی بڑھی ہوئی جو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے اور ان کے مقابلہ میں شریعت کی پرواہ نہ رہے اور مال و آبرو کی اتنی حفاظت کہ دین رہے یا جائے مگر بات نہ جائے۔ یہ بُرا ہے اور بہت بُرا ہے۔

حکومت کی ترقی

لوگ علماء کو کہتے ہیں کہ تم کو سیاسیات کی کچھ خبر نہیں ہے یہ وقت جائز و ناجائز کے سوال کا نہیں۔ اب تو جس طرح ہو حکومت کی ترقی ہونی چاہیئے۔ یعنی ہم کو جس قدر حکومت حاصل ہے۔ اس میں اور ترقی کرنا چاہیے لیکن افسوس ان لوگوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ شریعت میں خود حکومت مقصود ہی نہیں بلکہ مُلّاپن چاہا جاتا ہے اور سلطنت و حکومت سے بھی مقصود مُلّاپن ہی پھیلانا ہے کہ جو ایمان کی دولت سے محروم ہیں۔ ان کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا جائے یا اپنے میں ملا کر رکھا جائے کہ وہ ایمان اور شریعت کے نور سے دیکھیں۔ اور اپنی آنکھیں کھولیں۔ حکومت سے تو صحابہؓ میں بھی یہ مُلّاپن ہی پسند فرمایا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔

(یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر قبضہ دے دیں۔ تو یہ نماز پڑھتے رہا کریں، زکوٰۃ دیتے رہا کریں اور بھلائی کا حکم اور بُرائی سے روک ٹوک کرتے رہا کریں)

حاصل یہ ہے کہ مال، عزت، حکومت تینوں کی ترقی میں خود انہی کی ترقی تو زیادہ پسند نہیں۔ ہاں اگر دینداری کی ترقی مقصود ہو تو یہ سلف کی ترقی کے موافق ہو گی اور اسی سے یہ تینوں ترقیاں خود بخود حاصل ہوتی چلی جائیں گی۔ لیکن اگر یہ تینوں ترقیاں شریعت کی حد میں رہ کر ہوں۔ جن سے کسی حکم کے خلاف نہ لازم آئے تب تو بھلائی میں ترقی ہے ورنہ پھر برائی کی ترقی ہے اور بہت بُری اور خالص حرص ہے۔ تو یہ سمجھئے کہ لوگوں نے حرص کا نام ترقی رکھ لیا ہے۔ تاکہ یہ عیب چھپا رہے اور پھر اس کی کبھی اصلاح بھی نہ ہو سکے۔

غیر قوموں کی ترقی کا اصلی راز

مسلمانوں کے لیڈر بار بار اس میں غور کرتے ہیں کہ دوسری قوموں کی ترقی کا راز کیا ہے؟ مگر اب تک حقیقت تک کوئی نہ پہنچا۔ کسی نے یہ کہہ دیا کہ یہ لوگ سود لیتے ہیں اس وجہ سے ان کو ترقی ہو رہی ہے۔ مگر یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر سود میں ترقی کا اثر ہوتا تو چاہیے کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ سود کے گناہ میں مبتلا ہیں۔ ان کو بھی ترقی ہوتی۔ حالانکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں وہ بھی کچھ ترقی پائے ہوئے نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت میں چونکہ تجارت کی بعض صورتوں کو ناجائز کہا ہے اس لئے مسلمان ترقی نہیں کر سکتے۔ مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ معاملوں میں شریعت کی حدوں کے پابند کتنے تاجر ہیں۔ غالباً دو چار کے سوا کوئی نہ ملے گا۔ تو پھر ان تاجروں کو ایسی ترقی کیوں نہیں ہوئی۔ یہ کون سے ناجائز معاملہ چھوڑ دیتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ دوسری قوموں کی دنیاوی ترقی دیکھ دیکھ کر مسلمانوں کے منہ میں پانی بھر آتا ہے تو وہ ان کی ہر حالت کو ترقی کا سبب سمجھنے لگتے ہیں۔ اور پھر ان کو اختیار بھی کرنے لگتے ہیں۔ دوسروں کو رغبت بھی دلانے لگتے ہیں۔ کبھی ان کی صورت اور وضع بناتے ہیں کہ اسی سے ترقی ہوگی۔ کبھی عورتوں کے پردہ کو اٹھا دینا چاہتے ہیں کہ یہی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتا

ہے۔ عورتیں آزاد ہوں گی تو علوم اور صنعت و حرفت سیکھیں گی، اولاد کو بھی ترقی کرائیں گی۔ لیکن یہ خیال بھی غلط ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں بعض قوموں کی عورتیں پردہ نشین ہیں اور زیادہ تعداد ایسی غریب قوموں کی ہے جن میں ہمیشہ سے پردہ کا رواج نہیں۔ تو اگر بے پردگی ہی سے ترقی ہوتی ہے تو ان قوموں نے کیوں نہ کر لی؟ تو معلوم ہوا کہ ایسی ایسی باتیں غیر قوموں کی ترقی کا سبب نہیں ورنہ اگر ان باتوں میں ترقی کا خاصہ ہوتا تو یہ جہاں پائی جاتیں وہاں ترقی بھی ہوتی مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ ان باتوں میں ترقی کا خاصہ نہیں ہے۔

غیر قوموں کی ترقی کا اصلی سبب جو باتیں ہیں وہ دوسری ہیں وہ ان کی ایسی صفتیں ہیں جو انہوں نے آپ ہی کے گھر سے لی ہیں۔ جیسے منتظم ہونا، مستقل مزاج ہونا، وقت کا پابند ہونا، بردبار ہونا، انجام سوچ کر کام کرنا، صرف جوش سے کام نہ کرنا ہوش سے کام لینا۔ آپس میں اتفاق و اتحاد کرنا اور یہ سب باتیں وہ ہیں جن کی تعلیم اسلام نے دی ہے اور ان سب حکموں کا خاصہ ہے کہ ان کے اختیار کرنے سے ترقی ہوتی اور چھوڑ دینے سے ترقی والوں کی ترقی بھی خاک میں مل جاتی ہے۔ چاہے کوئی چھوڑ دے یا اختیار کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ دوسری قوموں نے مسلمانوں کے اصولوں کو اپنا لیا ہے۔

اب مسلمانوں نے تو ان حکموں کو چھوڑ دیا ہے ان میں نہ اتحاد و اتفاق ہے نہ رازداری کا مادّہ ہے نہ انتظام ہے، نہ وقت کی پابندی ہے، نہ انجام سوچ کر کام کرتے ہیں اور جو کام کرتے ہیں۔ جوش سے کرتے ہیں ہوش سے نہیں کرتے۔ اس لیے ان کی ترقی جو ہو چکی تھی وہ بھی جاتی رہی۔ اور دوسری قوموں نے ان کے گھر سے چرا کر ان باتوں پر عمل شروع کر دیا۔ تو ان حکموں کا جو خاصہ تھا یعنی ترقی وہ ان میں ظاہر ہو گیا۔ مگر یہ چوری ناتمام چوری ہے۔ جیسے چور کو گھر کی سب چیزیں معلوم نہیں ہوتیں اس کے ہاتھ وہی چیزیں لگتی ہیں جو ظاہر ہوتی ہیں۔ دبے ہوئے خزانے ہاتھ نہیں لگتے۔ اس لیے ان کو بھی اس پارس کی پتھری کی جو آپ کے گھر میں تھی خبر نہیں ہوئی یا ہوئی مگر انہوں نے اسے ایک بیکار پتھر سمجھ کر چھوڑ دیا کہ اس کی قدر تو واقف ہی کو ہوتی ہے ناواقف اسے کیا جان سکتا ہے۔ وہ پارس کی پتھری ایمان، توحید، اعتقادِ رسالت، نماز روزہ وغیرہ ہیں۔ افسوس آپ کو اپنے گھر کی قدر نہیں۔ اگر آج آپ میں وہ صفتیں ہوتیں جو دوسری قوموں نے آپ سے لے لی ہیں تو اس پارس کی پتھری کے ساتھ مل کر آپ کو وہ ترقی ہوتی جو غیر قوموں کے خواب میں بھی کبھی نہ آئی ہوگی۔ آپ کو وہ عروج اور بلندی حاصل ہوتی جو آپ کے اسلاف کو حاصل تھی۔ کہ ان سے کوئی آنکھ بھی نہ ملا سکتا تھا۔

افسوس آج مسلمان یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ان سب باتوں کو اور نماز روزہ کو ترقی میں دخل بھی ہے۔ اس صاف ارشاد پر بھی نظر نہیں رہی۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ ...... تا ...... وَلَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ کہ ضرور ان کو ملک میں خلیفہ و بادشاہ بنائیں گے اور ان کو دین پر جس کو ان کے واسطے پسند فرمایا ہے قبضہ والا بنا دیں گے اور خوف کے بعد امن بدل دیں گے۔ کہ وہ میری عبادت کریں اور شرک نہ کریں)

کس قدر صاف طریقہ سے ان عملوں کا خاصہ بیان فرمایا ہے اور پھر ترقی کا وعدہ بھی فرمایا ہے کہ جس کے خلاف ہونے کا احتمال بھی نہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی تدبیر ترقی کی ہو سکتی ہے کہ جس کے ناکام ہونے کا وہم بھی نہ ہو۔ اس میں سو فیصدی کامیابی ہی ہی کامیابی ہے۔ خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے اس کے خلاف نہیں ہوگا۔ اس لیے اس تدبیر میں کامیابی بالکل یقینی ہے۔ افسوس جس خزانہ کو چور نے ناواقف ہو کر یا بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ آج اس کی قدر و قیمت سے خود گھر والے بھی واقف نہیں ہیں۔ اور کس قدر بے قدری کر رکھی ہے کہ بعض کا کلمہ بھی درست نہیں یا نماز ہی غائب یا نماز بھی ہے تو سجدہ، رکوع، قومہ غائب۔ یہ سب بے قاعدگی اس لیے ہے کہ نماز صرف ثواب کا کام سمجھ رکھا ہے۔ اس کے دنیا کے فائدے ان کو معلوم نہیں بلکہ بعض جاہل تو نماز روزہ کو ترقی

سے روکنے والا سمجھتے ہیں اگر ان کو حقیقت معلوم ہو جاتی اور یہ خبر ہو جاتی کہ ان عملوں کو ترقی میں اور حکومت ملنے میں بڑا دخل ہے تو پھر دیکھتے کہ مسلمان کس ذوق شوق سے جوق جوق نماز روزہ وغیرہ سب عملوں کو بجا لاتے۔ گو اس نیت سے عمل کرنا اچھا نہیں خلوص کے خلاف ہے۔ اصل مقصود خدا تعالےٰ کی رضامندی ہونی چاہیے۔ یہ دنیا کے فائدے تو خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں۔ غرض ترقی کے اسباب آپ کے گھر میں موجود ہیں۔ اور آپ ہی کے گھر سے دوسروں نے چرائے ہیں۔ اسلامی تعلیمات جو نہایت زریں تعلیمات ہیں۔ افسوس ہم مسلمانوں نے ان سب کو چھوڑ رکھا ہے پھر ترقی کیسے ہو سکتی ہے۔

ترقی کا اصول

ایک کاشتکار کی ترقی کاشت کی ترقی سے ہوتی ہے یا ملازم کی ترقی ملازمت کی ترقی سے ہوتی ہے۔ تاجر کی ترقی تجارت کی ترقی سے، صنعت و حرفت والے کی ترقی صنعت و حرفت کی ترقی سے ہوتی ہے۔ غرض ہر کام والے کی ترقی اس کے کام ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور جس قدر زیادہ ترقی اس کام میں ہوگی اسی قدر وہ بھی ترقی والا اہل کمال اور ساری دنیا میں عزت والا ہوگا تو کیا پھر مسلمان کی ترقی اسی سے نہ ہوگی کہ اس کے اسلام میں ترقی ہو اور اسلامیات میں اعتقادات، معاملات، اخلاق سب میں کمال درجہ کی ترقی ہو۔ بس ایک ہی اصول ہے ترقی کا۔ انتم الاعلون ان کنتم مومنین (تم ہی عالی اور ترقی والے ہو۔ اگر پورے مسلمان بن جاؤ)

مسلمانوں کو دوسروں میں عزت حاصل کرنے کا طریقہ

ان کی ایک صفت کو ارشاد فرمایا ہے: اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین (مسلمان مسلمانوں میں نرم اور کافروں پر غلبہ و عزت والے ہیں) تو جس قدر مسلمانوں کے ساتھ آپ اپنے آپ کو نرم اور خوش اخلاق رکھیں گے۔ اسی قدر دوسروں کی نظر میں عزت ہوگی۔ یہ ایک زریں اصول ہے۔ چند ہی روز عمل کر کے نتیجہ دیکھ لیا جائے کہ اس سے کس قدر ترقی حاصل ہوتی ہے پھر آ

صحابہؓ و تابعین اور اسلاف کو جس قدر ترقی حاصل ہوئی اس سے دنیا واقف ہے۔ تو کیا ان حضرات نے سودی کاروبار کئے ہیں، کیا ناجائز خرید و فروخت کی تھی، کیا پردہ اٹھایا تھا یا اور کوئی تدبیر جو آج کل کی غیر قوموں میں رواج پا رہی ہیں ان میں سے کوئی تدبیر کی تھی؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی نہ کی تھی۔ وہاں فقط وہی ایک تدبیر تھی جو قرآن شریف نے بتائی ہے۔ یعنی کمال ایمان، عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق سب میں شریعت غرّا کی کامل فرمانبرداری، ہر مسلمان کے لیے ہیچ اور ذلیل بن جانا۔ جس میں ایثار، اتفاق و اتحاد، بردباری، انتظام استقلال سب کچھ آ گیا۔

بس یہی وہ نسخہ ہے جس سے مسلمانوں نے ہمیشہ اور وہم و خیال سے زیادہ ترقیاں کی ہیں۔ یہ ہمیشہ کا تجربہ کیا ہوا، دیکھا اور برتا ہوا نسخہ ہے اور پھر اس پر خدا تعالےٰ کا وعدہ بھی ترقی کا ہے افسوس اس اکسیری نسخہ کو چھوڑ کر دربدر بھیک مانگی جا رہی ہے اور ناموافق مزاج نسخے استعمال کر کے نقصان اٹھایا جا رہا ہے۔

کاش! قوم کا درد رکھنے والے بزرگ ہر ہر جگہ اس کی انجمنیں اور کمیٹیاں قائم کریں کہ لوگوں کو ایمان کامل کی طرف لایا جائے۔ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین کا درس دیا جائے۔ پھر ترقی مال و عزت کی بلکہ حکومت تک آگے رکھی ہوئی ہے۔ فقط

بشکریہ

عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ ملتان

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

اسلامی تعلیمات	۱۲—۰۰ روپے	محصولڈاک ۲/۰ روپے
ملفوظاتِ طیبات	۴—۲۵ "	" ۱/۷۵ "
گلدستہ صد احادیث	۰—۷۵ پیسے	" ۲۰ پیسے
اصلی حقیقت	۰—۹۰ "	" ۲۰ "
شرح اسماء اللہ الحسنیٰ	۰—۹۰ "	" ۲۰ "
نجات دارین کا پروگرام	۰—۹۰ "	" ۲۰ "
مقصد قرآن	۰—۹۰ "	" ۲۰ "
ضرورت القرآن	۰—۹۰ "	" ۲۰ "

مطلوبہ کتابوں کی قیمت مع محصولڈاک پیشگی بذریعہ منی آرڈر آنا ضروری ہے

بچوں کا صفحہ

حافظ محمد شفیق، ساہیوال

اعمالُ الصّالحین

امام ابو حنیفہؒ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ایک شخص مقروض تھا جس محلے میں وہ رہتا تھا وہاں آپ کا ایک شاگرد فوت ہو گیا، آپ اس کی نمازِ جنازہ کے لیے تشریف لے گئے، تمازتِ آفتاب زوروں پر تھی اور وہاں پہ کوئی سایہ نہ تھا صرف اسی ایک شخص کے مکان کی دیوار تھی جو آپ کا مقروض تھا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ ایک ساعت اس دیوار کے سایے میں آرام فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ صاحبِ دیوار پر میرا کچھ قرض ہے، اس لیے میرے لیے اس دیوار سے فائدہ حاصل کرنا روا نہیں۔ اگر میں اس سے کچھ منفعت حاصل کروں تو وہ ربٰو یعنی سود میں شمار ہو گا۔

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں کہ میں بیس سال حضرت امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر رہا اور اس مدت میں میں نے خیال رکھا کہ آپ کبھی خلاء و ملاء میں سر برہنہ ہو کر نہ بیٹھے اور نہ کبھی استراحت کے لیے پاؤں دراز کیے۔ میں نے عرض کیا، اے امامِ دین اگر خلوت میں پاؤں دراز کریں تو کیا ہو گا!

آپؒ نے فرمایا، حق تعالیٰ کے ساتھ مودب رہنا خلوت میں نہایت اچھا ہے۔

حضرت علیؓ کی حاضر جوابی

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے کسی نے کہا کہ ہم دس آدمی ہیں اور سوال ایک ہی ہے مگر جواب جُدا جُدا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، کہو۔

اس آدمی نے کہا "علم بہتر ہے یا مال"۔

آپؓ نے یوں فرمانا شروع کیا:

۱۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال کی حفاظت تجھے کرنی پڑتی ہے اور علم تیری حفاظت کرتا ہے۔

۲۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال فرعون و ہامان کا ترکہ ہے اور علم انبیاء کی میراث ہے۔

۳۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم ترقی کرتا ہے۔

۴۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال دیر تک رکھنے سے فرسودہ ہو جاتا ہے اور علم کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

۵۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال کو ہر وقت چوری کا خطرہ رہتا ہے مگر علم کو نہیں۔

۶۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ صاحبِ مال کبھی بخیل بھی کہلاتا ہے مگر صاحبِ علم کریم ہی کہلاتا ہے۔

۷۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ دل کو روشنی ملتی ہے اور مال سے دل تیرہ و تار ہو جاتا ہے۔

۸۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ کثرتِ مال سے فرعون وغیرہ نے خدائی کا دعوٰی کیا مگر کثرتِ علم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ کہا۔

۹۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ مال سے بے شمار دشمن پیدا ہو جاتے ہیں مگر علم سے ہر دلعزیزی حاصل ہوتی ہے۔

۱۰۔ علم بہتر ہے اس لیے کہ یومِ قیامت کو مال کا حساب ہو گا مگر علم پر کوئی حساب نہیں۔

فرمان حضرت عثمان

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۔ تعجب ہے اس پر جو موت کو حق جانتا ہے اور پھر ہنستا ہے۔

۲۔ تعجب ہے اس پر جو حساب کو حق جانتا ہے اور پھر مال جمع کرتا ہے۔

۳۔ ضائع ہے، وہ عالم جس سے علم کی بات نہ پوچھی جائے۔
—— وہ ہتھیار جس کو استعمال نہ کیا جائے۔
—— وہ مال جو کار خیر میں خرچ نہ کیا جائے۔
—— وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے۔
—— وہ مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے۔
—— وہ نماز جو مسجد میں نہ پڑھی جائے۔
—— وہ اچھی رائے جس کو قبول نہ کیا جائے۔
—— وہ مصحف (قرآن) جس کی تلاوت نہ کی جائے۔
—— وہ زاہد جو دنیا کی خواہش دل میں رکھے۔
—— وہ لمبی عمر جس میں توشہ آخرت نہ لیا جائے۔

۴۔ مت رکھ، امید کسی سے مگر اپنے رب سے۔
اور مت ڈر کسی سے مگر اپنے گناہ سے۔

۵۔ جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے لیکن انسان اپنے پروردگار کو نہیں پہچانتا۔

۶۔ عیالدار کے اعمال مجاہدین کے اعمال کے ساتھ آسمان پر جاتے ہیں۔

۷۔ اللہ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔

۸۔ اے انسان! تو اگر معبود حقیقی کی بندگی کرنا نہیں چاہتا تو اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو بھی استعمال نہ کر۔

۹۔ تو اگر گناہ کرنے پر آمادہ ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ ہو۔

مرسلہ:
عبدالواحد بیگ مرحوم، ملتان

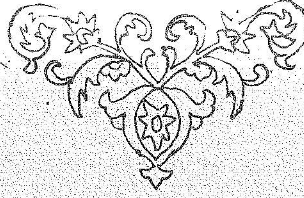
گذشتہ شمارہ میں "پیغمبر عربی اور رحم" کے عنوان سے جو مضمون چھپا وہ محمد عاشق صاحب آف ابوظہبی کا ہے۔ (ادارہ)

بقیہ: احادیث الرسول ﷺ

مخلوق کے ساتھ شفقت کرے گا۔ وہی اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہوگا۔ ساری مخلوق کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور وہی سب کی پرورش اور دیکھ بھال کرتا ہے۔ اس لیے ساری مخلوق اللہ کی عیال ہوئی۔

اللہ تعالیٰ تو اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی رشتہ دار یا ناتے دار ہو وہ ان علائق سے بلند و بالا ہے اس کے بارے میں ان رشتوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن وہ اپنی مخلوق پر اس سے بڑھ کر شفقت کی نگاہ رکھتا ہے۔ جتنی ایک انسان اپنے عیال واطفال پر رکھتا ہے۔ اس کی مخلوق میں جاندار، بے جان، فرمانبردار، نافرمان، اچھے، برے، چھوٹے، بڑے، کالے، گورے، بھی شامل ہیں۔ اور وہ سب کی پرورش کرتا ہے اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کی پیروی میں اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے وہ اسے ایسا ہی پسند کرے گا۔ جیسے ہر صاحب خانہ اس کو پسند کرتا ہے جو اس کے بچوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آئے دنیا میں ہر شخص کو ہر جاندار کے ساتھ اسی شفقت اور مہربانی کے ساتھ پیش آنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ تعصب، خود غرضی یا خویش پروری سے اللہ کی مخلوق کے ساتھ بے رحمی پر آمادہ کر دے۔ اور وہ خود غرض خویش پرور یا ظالم کہلائے۔

تبصرہ



اصلاحی نصاب

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ اس صدی کے مجدد تھے۔ قدرت نے ان سے اصلاح خلق کا جو کام لیا اس کی تفصیلات مرتب کرنے کے لیے عمر چاہیے۔ خالی آپ کی کتابوں کے نام لکھنے بیٹھ جائیں تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک انسان نے کس طرح نظم و ضبط کی زندگی گذاری اور پھر کس طرح دین کی ہر شعبہ میں خدمت کی۔

زیر تبصرہ کتاب دراصل حضرت شیخ کی نو متفرق کتابوں کا مجموعہ ہے جن کے نام ہیں حیوٰۃ المسلمین، حقوق الاسلام، حقوق الوالدین، آداب المعاشرت، اغلاط العوام، جزاء الاعمال، فروع الایمان، تعلیم الدین، قصد السبیل۔

ان نو کتابوں کو مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ ۳۲۔اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور کے مالکان نے روایتی خوش ذوقی اور بلند ہمتی کا مظاہرہ کرکے انتہائی خوبصورت انداز سے شائع کیا ہے۔ لیکن یہ سمجھنا کہ نو کتابوں کو یکجا شائع کرنا مکتبہ کے ارباب حل و عقد کی ذہنی اپج ہے یا اس کا مقصد کاروباری ہے بالکل غلط ہے۔ بلکہ حضرت حکیم الامت نے اپنی زندگی کے آخر میں "مجلس حیاۃ المسلمین" کے نام سے ایک انجمن بنائی۔ جس کے نگران مولانا عبدالغنی پھول پوری اور مولانا جلیل احمد علیگڈھی کو بنایا گیا۔ یہ دونوں حضرات حضرت کے صحبت یافتہ اور اونچے درجے کے مجاز تھے۔ اور اللہ تعالےٰ نے انھیں شیخ کی نظر کیمیا اثر کے صدقہ اپنے وقت کا عظیم مصلح بنایا تھا۔ اس مجلس کے "نصاب تربیت" کے طور پر حضرت حکیم الامت نے خود یہ کتابیں منتخب فرمائیں۔ اس کے ساتھ جو دوسری تاریخی عظمت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ آل انڈیا لیگ کے اجلاس میں جب آپ کو دعوت دی گئی تو آپ نے شرکت تو نہ فرمائی البتہ مجلس حیاۃ المسلمین کے اغراض و مقاصد اور زیر تبصرہ مجموعہ کی پہلی کتاب حیوٰۃ المسلمین روانہ فرمائی اور لکھا کہ مجلس کے اغراض و مقاصد جماعتی اصلاح کے لیے اور کتاب شخصی اصلاح کے لیے ارسال ہے۔ یہ تو الگ بحث ہے کہ آپ کی نصیحت پر عمل ہوا یا نہیں لیکن بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ دین کا پورا نچوڑ اور خلاصہ اس سیٹ کے اندر موجود ہے۔

انسان کی دینی و دنیوی زندگی کا کوئی اجتماعی اور انفرادی مسئلہ ایسا نہیں جس کا شافی حل آپ کے اس مجموعہ میں نہ ملے۔ آج کے مادیت گزیدہ دور میں جب کہ فسق و فجور اور اخلاقی و معاشرتی منزل نے انتہائی نازک صورت اختیار کر لی ہے۔ سنجیدہ اور ستھرے لٹریچر کی عمومی اشاعت وقت کا اہم ترین فریضہ ہے۔ مقام مسرت ہے کہ مکتبہ رشیدیہ نے ایک انتہائی اہم مجموعہ شائع کر دیا ہے۔ بڑے سائز پہ انتہائی خوبصورت کتابت و طباعت اور جاذب نظر، مضبوط جلد کی یہ کتاب ۲۹ روپے میں دستیاب ہے۔ جبکہ تبلیغی مقاصد کے لیے ۳۶ روپے میں محصولڈاک سمیت دستیاب ہو سکتی ہے۔ امید ہے کہ اہل نظر اس علمی و دینی خزینہ کو حاصل کرکے اپنی دنیا و آخرت کو سنواریں گے۔

اسلام کا نظام حکومت

اسلامی نظام حکومت کا چرچا چار سُو ہے اور یوں نظر آتا ہے کہ بھٹکی ہوئی انسانیت اس چشمہ صافی کی طرف رجوع کرکے اپنے مسائل کو حل کرنے کا عزم کر چکی ہے۔ ایک بات جس کی شدت سے کمی محسوس کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس نظام کی علمی تفصیلات سے عام لوگ واقف نہیں۔ اس موضوع ستھرا لٹریچر

دوسری زبانوں میں ہے جس سے عوام استفادہ نہیں کر سکتے۔
دہلی کے مشہور عالم تصنیفی ادارہ ندوۃ المصنفین نے جدید و قدیم علوم کے ماہر ایک جید اور ثقہ عالم مولانا حامد الانصاری غازی آبادی کی کتاب "اسلام کا نظام حکومت" چھاپ کر اردو دان دنیا پر احسان عظیم کیا ہے۔ اس کتاب میں اسلامی نظام حیات کے ایک ایک شعبہ کو پورے شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور داخلی و خارجی نوعیت کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ اس کے ساتھ ہی دنیا بھر کے نظامہائے حکومت کا تقابلی مطالعہ پیش کر کے اسلامی نظام کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے اور بنی آدم کی ابتداء سے اب تک نظم و انتظام کی کڑیوں کو موتیوں کی طرح پرو کر سامنے رکھ دیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب اسلامی نظام حکومت کے ساتھ ساتھ تاریخی اعتبار سے تمام نظامہائے سلطنت کے سمجھنے کا ایک بہترین انسائیکلوپیڈیا بن گئی ہے۔ مکتبہ الحسن لاہور نے دہلی کے نسخہ کا فوٹو لے کر اچھے کاغذ پر اس کو شائع کر دیا ہے اور جلد وغیرہ میں خاصی نفاست اور مضبوطی کا اہتمام کیا ہے۔ پاکستان کے موجودہ حالات میں یہ کتاب وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ اہل علم و دانش اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔
کتاب تیس روپیہ میں مکتبہ الحسن لال چوک قلعہ گوجر سنگھ کے علاوہ اشرف اکیڈمی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور سے بھی مل سکتی ہے۔

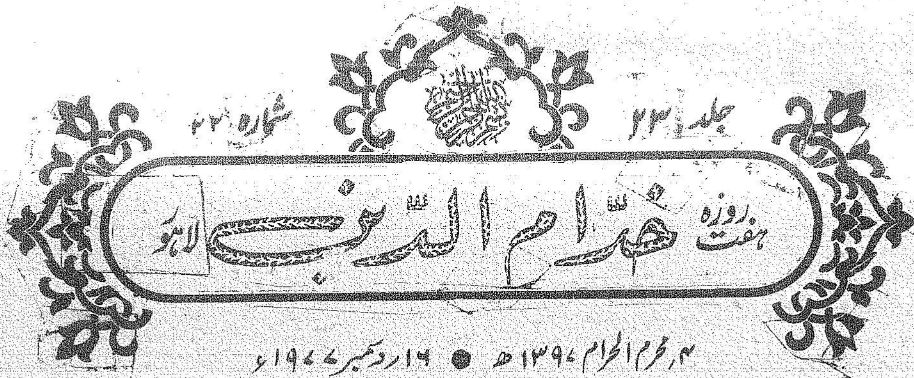
نصیحۃ المسلمین مؤلفہ مولانا خرم علی المتوفی ۱۲۷۳ھ کا یہ مختصر رسالہ جو ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے بقامت کہتر بقیمت بہتر کا مصداق ہے از آدم تا محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعوت کا بنیادی نقطہ توحید تھا۔ اس کی تبلیغ میں اللہ کے نبیوں کو بے پناہ مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ ختم نبوت و رسالت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے بندے پیدا فرمائے جنہوں نے کمال حوصلہ استقامت کا مظاہرہ کر کے اس عظیم کام کے لیے جد و جہد کی۔ جس کے لیے اللہ کے نبی سرگرم عمل رہے۔ مولانا خرم علی نے آسان و سادہ زبان میں اس مسئلہ کو اس طرح واضح کر دیا ہے کہ پڑھنے کے بعد ایمان کی حقیقی حلاوت و لذت نصیب ہوتی ہے۔
مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور نے تبلیغی مقاصد کے لیے کم سے کم لاگت پر یہ نسخہ مہیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ صرف ایک روپیہ اسّی پیسہ میں نسخہ حاصل کریں۔ اور ایمان و عقیدہ کی مرجھائی ہوئی کھیتی کو سرسبز و شاداب بنائیں۔ (علوی)

دعائے مغفرت

ملک کے مشہور و نامور خطیب اور ہمارے مخلص و کرمفرما حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب ملتانی کے والدِ گرامی ۱۰ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ کی شب اچانک انتقال فرما گئے۔ جنہیں عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد مدرسہ حنفیہ کے صحن میں سپردِ خاک کیا گیا۔
احباب جانتے ہیں کہ قاری صاحب ظاہری بینائی سے محروم ہونے کے باوجود نہایت اخلاص کے ساتھ سارے ملک میں تبلیغی پروگرام پورے کرتے ہیں اور آپ کی مسجد و مدرسہ نیز واردین و صادرین کی پوری پوری دیکھ بھال مرحوم والد فرماتے۔ قاری صاحب پر مرحوم کی وفات کا شدید اثر ہے، اور بقول ان کے "مجھے اپنی معذوری کا صحیح احساس اب ہو رہا ہے"۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور قاری صاحب سمیت جملہ متعلقین کو صبر کی دولت سے نوازے۔
امیر انجمن حضرت مولانا عبید اللہ انور سمیت سبھی حضرات اس غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو، نیز احباب سے بھی دعا کی درخواست ہے۔
ہمارے مخدوم و کرم فرما حضرت مولانا قاضی عبد الکریم صاحب کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے بہنوئی اور مخلص و متدین عالم مولانا قاضی عبد القیوم خطیب عید گاہ عزیز کلاچی نوجوانی کے عالم میں چھ معصوم بچوں کو چھوڑ کر انتقال فرما گئے۔
امیر انجمن اور تمام ادارہ قاضی صاحب کے اس غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت مرحوم کو مغفرت نصیب فرمائے اور معصوم بچوں کی پرورش و تربیت کا غیب سے انتظام فرما کر انہیں دین کا خادم بنائے۔

غمزدہ۔ علوی، مدیر خدام الدین

مولانا عبید اللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ شوکت علی رہبر پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا



۴ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ • ۱۶ دسمبر ۱۹۷۷ء

رئیس الادارہ: جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور ○ رئیس التحریر: حضرت مولانا مفتی محمود ○ مدیر: محمد سعید الرحمٰن علوی

"ملاازم" کے خلاف جہاد

احتیاط کی ضرورت

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم مولانا محمد اجمل نے مسلم لیگی اکابرین سے "ملاازم" اور "ملائیت" کے خلاف ان کی تازہ تحریک سے متعلق جو وضاحت طلب کی ہے وہ لاکھوں مسلمانوں کے دل کی آواز ہے۔ وہ مسلمان جو علماء کرام کے اشارہ ابرو پر ہمیشہ اپنا سب کچھ قربان کر دینے پر آمادہ رہے اور ہیں۔

مولانا کو یہ وضاحت اس لیے طلب کرنا پڑی — کہ مسلم لیگ کے تین ذمہ دار رہنما یعنی صدر، جنرل سیکرٹری، اور چیف آرگنائزر نے مختلف اوقات میں بالواسطہ اور بلا واسطہ اپنے بیانات میں یہ ارشاد فرمایا کہ قوم کو اطمینان دلانے کی ضرورت ہے کہ اس ملک میں اسلام نافذ ہوگا ملائیت نہیں اور یہ کہ ملاازم کی یہاں گنجائش نہ ہوگی بلکہ صدر لیگ نے ایک موقعہ پر "حلوہ" کی وہی پھبتی بھی کسی جو کسی زمانہ میں بھٹو صاحب نے کسی تھی۔

سب سے پہلے مسلم لیگ کے آرگنائزر جناب حنیف رامے نے پاکستان قومی اتحاد کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لیے جو پانچ نکاتی فارمولا پیش فرمایا انہوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ قوم کو اطمینان دلانا ضروری ہے کہ یہاں اسلام کا نفاذ ہوگا ملائیت کا نہیں۔ اور ملک محمد قاسم صاحب جنرل سیکرٹری مسلم لیگ نے ان کی تائید کی جبکہ پیر پگارا نے اپنے علیحدہ بیان میں بھی کچھ ارشاد فرمایا۔

چونکہ یہ تینوں حضرات مسلم لیگ کے ذمہ دار اکابرین میں شامل ہیں اس لیے مولانا محمد اجمل کو یہ وضاحت طلب کرنا پڑی کہ ایسا کیوں کہا جا رہا ہے؟ تو کیا یہ محض اتفاق ہے یا کسی پالیسی کا حصّہ؟

معلوم نہیں اکابرین لیگ کیا جواب دیتے ہیں لیکن ہمیں دُکھ اور قلق ہے اس بات کا کہ اکابرین لیگ نے ایسا ساز چھیڑا جس کی ان سے توقع نہ تھی۔

مسلم لیگ کا یہ "اعزاز" کہ وہ پاکستان کی بانی جماعت ہے نہ کوئی چھیننا چاہتا ہے نہ کسی کو ضرورت ہے؟ یہ اعزاز مسلم لیگ کو مبارک ہو ہمیں اس پر نہ حسد ہے نہ رنج بلکہ ہمیں افسوس ہے تو اس بات کا کہ اکابرین لیگ تحریک پاکستان کے دور میں علماء کے متعلق جس قسم کی زبان استعمال فرماتے تھے وہی انداز اب پھر شروع کیا جا رہا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ملک کو مسلمانستان بنانے میں ان بزرگوں کا بہت بڑا حصّہ ہے اور اگر یوں کہا جا

مسجدِ نبوی

ادارہ

نقطۂ پرکارِ ملت فضل و رحمت کا پیام
مایہ دارِ ذاتِ ختم المرسلینؐ سدرہ مقام
درسگاہ فاتحانِ بحر و بر تو ہی تو ہے
تربیت سے تیری برگِ کاہ تیغِ بے نیام
فرش پا انداز نقشِ سابقون الاولون ہے
اختلاطِ اسود و احمر ترے مینار و بام
امتیازِ نسل و خوں اک قصۂ پارینہ تھا
نے کوئی فغفور و خاقاں نے غلام ابنِ غلام
ایک قبلہ ایک کعبہ ایک قرآں اک خدا
ایک ہی صف میں کھڑے تھے رومی و شامی تمام
ریشے ریشے میں سمایا تھا غمِ عشقِ رسولؐ
ذرہ ذرہ بادۂ توحید سے آتش بجام
"آہ اب گلشن کی جمعیت پریشاں ہو گئی"
لے کے آیا ہے مگر بادِ بہاری کا پیام
محترم شیخِ حرم فخرِ امام ایمن قدم
وارثِ علمِ پیمبرؐ عصرِ حاضر کا امام
کر دعا حق سے طفیلِ سیدؐ العرب و عجم
رنگ و نسل و ملک و قومیت کا ہو قصہ تمام

ٹیلیفون نمبر ۵۵۵ ۶۷ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۲۲

حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ
کی
دینی یادگار
ہفت روزہ خدام الدین لاہور
کا
خصوصی نمبر

بیادِ حضرت الشیخ السید العلامہ محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ

زیر ترتیب ہے

پاک و ہند کے علاوہ دنیائے عرب کی بعض نامور شخصیات کے مقالات و تاثرات سے مزین یہ شمارہ انشاء اللہ عنقریب منظرِ عام پر آجائے گا۔
تاریخ اشاعت کا انتظار فرمائیں۔
ایجنٹ حضرات مطلوبہ تعداد سے مطلع فرمائیں۔
اور مشتہرین اشتہارات جلدی ارسال فرمائیں۔

(ادارہ)

خط و کتابت کرتے وقت

خریداری نمبر یا کھاتہ نمبر کا حوالہ ضرور دیں
ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔ (منیجر)